

”کیسے مانگے کا بھیک.....؟“

”میں آواز میں لگا کر بتاتا ہوں..... ان میں سے جو بھی پسند آئے اس کی پریکٹس کر ڈال!“

پھر سلیمان طرح طرح کی صدائیں لگا کر ہاتھ اور جوزف اس طرح منہ بنائے بیٹھا تھا جیسے اس کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آ رہا ہو۔

”لبے آواز میں آواز ملاتا چل.....؟“ سلیمان جھلا کر بولا۔

”نائیں بنے گا..... ڈنیر.....؟“ جوزف نے گلوگیر آواز میں کہا۔

”بس تو پھر جھک مار تارہ.....؟“ سلیمان جھلا کر بولا اور جوزف سسکیاں لینے لگا۔

رات کے گیارہ بجے تھے۔ عمران گھر پر موجود نہیں تھا اور گرگن بے خبر سو رہی تھی۔

سلیمان تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”اچھا دیکھ اس طرح کر سکتا ہے۔“

جوزف پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ سلیمان نے آنکھیں بند کر لیں اور دہانہ ہاتھ آگے پھیلاتا ہوا بولا۔ ”ہمیں.....؟“

جوزف نے غیر ارادی طور پر اس کی نقل اتاری اور خوش ہو کر بولا۔ ”میں گیا بن گیا.....؟“

”ہمیں..... ایک بار پھر.....؟“ سلیمان نے کہا۔

”ٹھیک ہے..... ابھی چل میرے ساتھ.....؟“ سلیمان نے کہا۔ ”لیکن یہ بچوں قمیض

اتار دے۔ میں اپنا ایک پرانا شلوار سوٹ نکالتا ہوں۔“

”میرا سوٹ چھوٹا ہو گا۔“ جوزف بولا۔

”لبے سمجھی تو بھیک منگ معلوم ہو گا۔ مگر بیٹا..... ایک بات پہلے سے طے ہوئی چاہئے۔“

”کیسا بات..... بولو..... بولو.....؟“

”میرے کیشن کا کیا ہے گا۔“

”جو بولو گے.....؟“ جوزف نے جلدی سے کہا۔

”ففتی..... ففتی..... اور میں تو تیرے ساتھ ہی رہوں گا۔ تجھ سے کچھ فاصلے پر رہ کر تیری

گرانی کیا کروں گا۔ آخر میری محنت بھی تو اس میں شامل ہوگی۔“

”ہاں..... ہاں.....؟“ جوزف جلدی سے بولا۔ ”ففتی..... ففتی.....؟“

”اچھی بات ہے تو پھر سوٹ نکال کر لاتا ہوں۔“ سلیمان نے کہا اور جوزف کے کمرے سے



جوزف کی حالت ابتر تھی۔ شراب بندی کے بعد اس نے سلیمان کی وساطت سے چرس کی عادت ڈالی تھی۔ لیکن عمران نے اس کا یومیہ جیب خرچ بند کر دیا تھا۔ محض اسی لئے کہ آسمان سے گرا ہوا کھجور میں نہ آ سکے۔

اس وقت تو جوزف باقاعدہ سوئے ہوا تھا اور سلیمان اسے اس طرح گھور رہا تھا جیسے کچا جانا بھگ۔

”لبے لہڑھیک شرم نہیں آتی تھے اس طرح روتے ہوئے۔“ سلیمان بلاخبر جھلا کر بولا۔

”کیا کرے..... لہڑا کچھ سمجھ میں نہیں آتا.....؟“ جوزف بھٹکل کہہ رہا۔

”قومیں اپنی جیب سے پلانے سے رہا۔ میری اپنی ہی گذر بسر اتنے پیسوں میں نہیں ہوتی۔“

”ہم کیا کرے بھائی.....؟“

”ٹھیک مانگا کر..... یہ خدارسیدوں کا نقشہ ہے۔ بہتر ہے اس کے لئے بھیک بھی نہ مانگتے ہیں۔“

سلیمان نے کہا۔

”بھیک کیسے مانگے..... ہاں کیا بولے گا۔“

”ہاں کو پتہ چلے گا تو بولے گا.....؟“ سلیمان راسا منہ بنا کر بولا۔ ”یہ تو ہر معاملے میں ہاں

ہاں کیوں کرنے لگتا ہے۔ ہاں کو رحم آیا تھا تجھ پر.....؟“

”چپ رلاؤ۔ چپ رلاؤ۔ ہاں کو تم کچھ نہیں کہے گا۔ وہ جو کچھ کرنا ٹھیک کرنا..... ہم سلا بذلیب!“

”بس تو پھر سر پھوڑا کر میری بلا سے.....؟“

”نائیں بھائی سلیمان..... کوئی ٹریکب.....؟“

”ٹریکب جانی تو ہے۔ مگر تیرے پلے ہی نہیں پڑتی۔“

”اچھا.... اچھا....!“

وہ گاڑی سے اتر کر ایکٹرک پول کے قریب جا کر اٹھ اٹھا۔

پھر جلد ہی وہ گاڑی آگئی کہ سلیمان اُسے دیکھ کر خوش ہو تا رہا۔ شام کو ہی اُصر سے کوئی ایسا گندہاوار جس نے جوزف کے پھیلے ہوئے ہاتھ پر کچھ نہ کچھ رکھ دیا ہو۔

دو گھنٹے بعد سلیمان اُس کے قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا۔ ”اب اس طرح میرے کانڈھے پر ہاتھ رکھ کر چلتا شروع کر دے جیسے آج کا چاند تھا۔“

جوزف نے فوراً ہی قہقہہ کی۔ اس طرح وہ ٹوسٹر تک پہنچے اور سلیمان چاروں طرف نظر دوڑانے لگا کہ کسی نے انہیں گاڑی تک آتے ہوئے دیکھا تو نہیں۔

”چل بیٹھ جا جلدی سے۔“ سلیمان نے مطمئن ہو جانے کے بعد جوزف سے کہا۔

ٹوسٹر تیز رفتاری سے روانہ ہوئی تھی۔ ایک سسٹان سڑک پر پہنچ کر سلیمان نے گاڑی روک دی اور جوزف سے بولا۔ ”لا نکال.... دیکھیں کتنی آمدنی ہوئی ہے۔“

جوزف نے ساری رقم جیب سے نکال کر سلیمان کے ہاتھ پر رکھ دی۔ یہ سارے نوٹ ہی تھے ایک ایک اور پانچ پانچ کے۔

”دو گھنٹے میں پورے ساٹھ روپے!“ سلیمان خوش ہو کر بولا۔ ”تیس تیرے اور تیس میرے۔“

”ٹھیک ہے۔“ جوزف کے دانت نکل پڑے۔

”بس اب چل رہے ہیں کرامت کے اڈے کی طرف۔ وہاں سے جتنے چر مل جائے گی اور کل ٹھیک آٹھ بجے یہاں پہنچ جائیں گے۔ آٹھ سے بارہ تک برس ہو گا۔“

”برس....“ جوزف کے لہجے میں حیرت تھی۔

”اے ہاں.... میں اسے برس ہی کہتا ہوں۔ تو اپنی بھین اُن کے ہاتھ فروخت کرتا ہے۔“

”بھین....“ جوزف کے لہجے کی حیرت بدستور برقرار رہی۔

”اے ہاں.... انہیں یاد دلاتا ہے کہ دنیا میں سب کچھ ممکن ہے ہو سکتا ہے کچھ دنوں کے بعد وہ خود بھی بھین بھین کرنے لگیں۔“

”اچھا.... اچھا....“ جوزف سر ہلا کر بولا۔ ”مگر بھین کا کیا مطلب ہوتا....؟“

”بھین کا مطلب....؟“ سلیمان اُسے گھورتا ہوا بولا۔ ”شاید میرا باپ بھی اس بھین کا مطلب

نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پنا پنا شلوار سوٹ لئے ہوئے پھر وہاں پہنچ گیا تھا۔

”جلدی سے پہن لے.... صاحب ٹوسٹر نہیں لے گئے۔ بس ابھی چلے ہیں۔“ اس نے

جوزف سے کہا۔

وہ پھر کمرے سے باہر آ کر دروازے کے قریب ہی رک گیا تاکہ جوزف لباس تبدیل کر سکے۔

جوزف نے تھوڑی دیر بعد اُسے آواز دی وہ کمرے میں پہنچا اور جوزف پر نظر پڑے ہی اُسے بے ساختہ ہلکی آگئی۔ شلوار کے پانچ گھٹنوں سے ذرا ہی نیچے تھے اور قمیض کے کف کہنوں تک پہنچ گئے تھے۔

”کیوں بانٹا....؟“ جوزف جھپٹ کر بولا۔

”نہتا نہیں.... خوش ہو رہا ہوں کہ اب تجھے شامک صاحب بھی نہ پہچان سکیں۔“

”یہ ٹوا چھا باٹ....؟“ جوزف نے بھی خوشی ظاہر کی۔

تھوڑی دیر بعد دونوں ٹوسٹر میں بندرگاہ کی جانب چلے جا رہے تھے۔ سلیمان فلیٹ کا دروازہ منتقل کر آیا تھا۔ ایک کچی عمران کے پاس رہتی تھی لہذا اسے اطمینان تھا کہ اگر عمران کی واپسی ہو بھی گئی تو اسے فلیٹ میں داخل ہونے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔

”دیکھ.... بندرگاہ کے علاقے میں ایک ہوٹل ہے۔“ سلیمان نے کہا۔ ”وہاں زیادہ تر غیر ملکی ملازم بیٹھے ہیں۔ اس لئے تو گھنٹے دو گھنٹے ہی میں بہت کچھ کمائے گا۔“

”ہوٹل کا نظارہ....؟“ جوزف نے پوچھا۔

”اے نہیں بابا رہی.... ایک خاص جگہ جتنے کمزاکر دوں گا۔“

”اچھا.... اچھا....“ جوزف سر ہلا کر رہ گیا۔

کچھ دیر بعد وہ اُس علاقے میں پہنچ گئے جہاں ڈاکر سلیمان نے کیا تھا اُس نے گاڑی ایک نیم تاریک جگہ پر روکی اور جوزف سے بولا۔ ”وہ دیکھ وہاں ہوٹل سامنے اور وہ بجلی کا کھمبا بھی دیکھ رہا ہے نا....؟“

”ہاں.... ہاں.... ڈیکھا....؟“

”بس اُسی کھمبے سے لگ کر کھڑا ہو جاو جیسے ہی کوئی قریب سے گذرے بھین کر کے ہاتھ

پھیرا دیجو....؟“

نہ بتا سکے۔“

”نم سالا پنا نیشل لیکوئج نہیں جانا۔۔۔۔۔!“

”اچھا بس چکا بھڑا کہہ کر سلیمان نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔



قریباً ایک ہفتے سے عمران نے فلیٹ میں قدم نہیں رکھا تھا۔ رانا پیلس میں جھکے سے متعلق سال کے اختتام کا کام ہو رہا تھا۔ بعض معاملات میں اس کے باپ کا حکم بھی ملوث رہا تھا۔ اس نے کبھی کبھار فیاض سے فون پر گفتگو بھی کرتی رہتی تھی۔

اس وقت بھی یہی کچھ ہوا تھا ایک کس کے سلسلے میں حوالے کے طور پر فیاض کے فائل سے بھی کچھ مواد حاصل کرنا تھا۔

فون پر اس کے نمبر ڈائل کئے۔ فیاض اس کی آواز سنتے ہی بولا۔

”کیوں بھی کیا چتا پڑی ہے تم پر۔۔۔۔۔ مجھے تو بے حد افسوس ہوا تھا۔“

”کس بات پر افسوس ظاہر کر رہے ہو۔۔۔۔۔“ عمران نے پوچھا۔

”پہلے تم بتاؤ۔۔۔۔۔ کیا آج کل قاتلوں کی نوبت آگئی ہے۔“

”کیوں بے کئی ہانک رہے ہو۔ تم سے ایک ضرور کی کام ہے۔“ عمران نے کہا۔

”کام کی بات بھر کرنا۔۔۔۔۔ پہلے بتاؤ کہ آج کل ملازمتوں سے بھیک کیوں منگوا رہے ہو۔“

”میں نہیں سمجھا۔۔۔۔۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔۔۔۔۔!“

”بندر گاہ کے علاقے کا اشار ہو مل دیکھا ہے۔“ فیاض نے پوچھا۔

”ہاں۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔ کیوں نہیں۔“

”جو زف اس کے سامنے کھڑا ایک مالگا کرتا ہے۔“

”کیوں اڑا رہے ہو۔“

”رات اٹھ بجے سے بارہ بجے تک جب چاہو جا کر دیکھ لو۔“

”اگر تم سنجیدہ ہو تو مجھے دیکھنا ہی پڑے گا۔ ویسے کیا تمہیں غلط فہمی نہیں ہو سکتی۔“

”سنی سنائی بات نہیں ہے۔ میں نے چشم خود دیکھا ہے۔“

”خیر۔۔۔۔۔ خیر۔۔۔۔۔ عمران بولا۔ مجھے تمہارے فائل کی سسٹم سینیٹی ٹائمن سے کچھ مواد چاہیے۔“

”یاد رکھو۔۔۔۔۔ تم مجھے اس قسم کی دشواریوں میں نہ ڈالا کرو۔۔۔۔۔!“

”میں نے تمہارے اس کہیں پر کام کیا تھا۔ یہ کیوں بھول جاتے ہو۔“

”وہ تو ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ خیر کل تم لُج کے بعد آ جاؤ۔۔۔۔۔!“

”شکریہ۔۔۔۔۔“ کہہ کر عمران نے ریسپورڈ کر پرنٹل پر دھک دیا۔ اس کے بعد اس نے فلیٹ کے نمبر ڈائل کئے۔

لیکن شانڈ لائن خراب تھی۔ اس لئے رابطہ قائم نہ ہو سکا۔

اس نے گھڑی دیکھی۔ رات کے دس بجتے والے تھے۔ اس نے سوچا کیوں نہ بندر گاہ کے علاقے کے اشار ہو مل ہی کی طرف جائے۔

کئی دنوں سے کاغذی کارروائیوں میں سرکھیا تار ہا تھا۔ اس نے سوچا کہ بندر گاہ کے علاقے کی سرحد میں کسی قدر تفریق ہی ہو جائے گی اس نے گاڑی نکوائی اور رانا پیلس سے نکل کھڑا ہوا۔

رات خوشگوار تھی اور شہر کی سڑکوں پر ابھی ٹریفک کے زور و شور کا وہی عالم تھا۔ تھوڑی دیر

بعد وہ بندر گاہ کے علاقے کے اشار ہو مل کے قریب پہنچ گیا۔ بلاشبہ الیکٹرک پول کے قریب

ایک اندھا فقیر ہاتھ پھیلائے کھڑا تھا۔ لیکن وہ جوزف تو گر نہیں ہو سکتا۔ اس کا ساتن و توش

تھا۔ وہ اس کی سی رنگت تھی۔ لیکن عمران نے فوراً ہی اندازہ لگا لیا وہ بھی پیشہ ور بھکاری نہیں

معلوم ہوتا۔ اس نے اپنی گاڑی کی قدر فاصلے پر ایک نیم تاریک گلی میں روکی تھی۔

الیکٹرک پول کے قریب کھڑا ہوا فقیر بنا ہوا اندھا لگتا تھا۔ دفعتاً ہو مل سے نکلنے والے ایک

آدمی نے ایک ہاتھ سے اُسے خیرات دی اور دوسرے ہاتھ سے وہیں سگریٹ کا ایک پیکٹ گراتا

ہوا آگے بڑھ گیا۔ فقیر نے آنکھیں کھول کر چاروں طرف دیکھا اور خیریت سے جھک کر سگریٹ کا

پیکٹ اٹھایا اور اُسے جیب میں ڈال کر الیکٹرک پول کے پاس سے پٹنے لگا۔ عمران گاڑی سے اتر کر

گلی سے باہر آیا اور خاصے فاصلے سے بھکاری کا تعاقب کرنے لگا۔ وہ اب اندھوں کی طرح اپنی

چھتری سے راستے کا اندازہ لگاتا ہوا آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ کچھ دور چلنے کے بعد وہ ایک ایسے بازے

میں گیا جہاں بے اندازہ کاٹھ کھڑا کھڑا ہوا تھا اور اس بازے کا احاطہ خاردار تاروں نے کیا گیا تھا۔

اچانک عمران کو ہنسی آگئی۔ کیا حاققت ہے۔ یہاں بیکروں اور کار قسم کے بھکاری دن بھر کمائی

کرتے رہتے ہیں۔ آخر وہ اس کے پیچھے کیوں چل پڑا ہے۔ یقیناً فیاض نے اُسے الو جانے کی کوشش

کی تھی اور وہ جج میں گیا۔

وہ دکانی کے لئے مڑنے ہی والا تھا کہ اچانک باڑے کے اندر کئی آدمی بھکاری پر ٹوٹ پڑے اور ایک چیخ مٹانے میں دو دو تک لہرائی چلی گئی۔

دور دراز کے الیکٹرک پوٹری کی روشنی میں باڑے میں بس اسی حد تک اجالا تھا کہ بھکاری اور حملہ آور سب ہیوں سے نظر آ رہے تھے۔

عمران ”خبردار خبردار“ کی ہانک لگاتا ہوا باڑے میں داخل ہوا۔ لیکن زمین پر گرے ہوئے ایک آدمی کے علاوہ اور کوئی نہ دکھائی دیا۔

”کیا ہوا... کیا بات ہے!“ عمران اس پر جھٹکا ہوا بولا۔ زمین پر پڑے ہوئے آدمی کی شکل صاف نظر نہیں آ رہی تھی لیکن اس کے حلق سے نکلنے والی خبر نہایت وہ صاف سن رہا تھا۔ پھر اس آدمی نے کچھ کہنا چاہا تھا۔

”کک... کک... کاؤس... سر... خر... فٹ...!“

اور اس کے بعد عمران پھر کچھ نہیں سن سکا تھا۔ اس نے جیب سے پشل نارنج نکالی جس کی محدود روشنی دوسرے ہی لمحے میں اجنبی کے چہرے پر پڑی۔ وہ وہی بھکاری تھا جس کا تعاقب کرتا ہوا عمران وہاں تک پہنچا تھا۔ لیکن اب نہ تو وہ عمران کو اپنے بارے میں کچھ بتا سکتا تھا اور نہ حملہ آوروں کی نشاندہی کر سکتا تھا۔ کیونکہ بائیں پہلو میں دسے تک ہیوسٹ پنجر اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش کر چکا تھا۔ عمران نے بڑی پھرتی سے اس کی جیبوں کی تلاشی لے کر قریباً ڈیڑھ سو روپے برآمد کئے لیکن سگریٹ کا وہ پیکٹ اسے نہ ملا جس کے سطلے میں اس کے ہمدردانہ رویے ہی کی بنا پر عمران نے اس کا تعاقب شروع کیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ حملہ آور لیبرے نہیں تھے۔ ورنہ اس کی جیب میں ڈیڑھ سو روپے کیوں چھوڑ جاتے۔

آدھے گھنٹے کے اندر ہی اندر وہاں پولیس کی گاڑیاں پہنچ گئیں کیونکہ عمران نے ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ سے ہوئی سائینل برائچ کو اس واقعے کی اطلاع دے دی تھی۔ لیکن کال گمنام نہ رہنے دی تھی اور خود سیدھا فیاض کے بنگلے پر جلا جھکا تھا۔ اسے سوئے سے جگا کر اطلاع دی کہ اس کے مذاق نے بالآخر کوئی سبب اختیار کر لیا۔

”وہ کچھ بھی ہو...“ فیاض بھنا کر بولا۔ ”میں نے تمہیں غلط اطلاع نہیں دی۔ تین راتیں گزریں میں نے خود اپنی آنکھوں سے اسے وہیں بھیک مانگتے دیکھا تھا۔ تم نے اس سے بھی پوچھ کچھ

کیا نہیں۔“

”نہیں... اب کروں گا...!“

”لیکن اس دوسرے بھکاری کا قتل...“

”ہوئی سائینل والوں سے رابطہ قائم کرکنا ہو سکتا ہے وہ کیس تمہارے ہی ہنگامے پر جائے۔“ عمران بولا۔

”دیکھا جائے گا۔“ فیاض نے لاہر واپسی سے کہا۔ ”لیکن جو خوف کا بھیک مانگتا حیرت انگیز ہے۔“

”قطعی نہیں...!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”اُسے شراب تو اب ملتی ہی نہیں۔ کسی کے چکر میں

پڑ کر جس شروع کی تھی۔ میں نے یومیہ اخراجات والی رقم دینا بند کر دی۔ ہو سکتا ہے نشے کی

طلب ہی بھیک منگوا رہی ہو۔ اب میں دیکھوں گا۔“

”تو وہ سگریٹ کا پیکٹ اُسکے پاس سے برآمد نہیں ہوا تھا؟“ فیاض نے ہر ہر ہنگامے میں پوچھا۔

”نہیں... اور اس نے مجھے کچھ بتانا بھی چاہا تھا لیکن زندگی نے وفاداری کی۔“

”کیا بتانا چاہتا تھا۔“

”خدا جانے... بس زبان سے لکنت کے ساتھ نکلا تھا۔“ کک... کک... کاؤس...!“

”بڑی عجیب داستان سنائی ہے تم نے۔“ فیاض جمائی لے کر بولا۔ ”لیکن اس وقت نہ میں

چائے پیس کر سکوں گا اور نہ کافی۔“

”شکریہ... اس کی ضرورت نہیں ہے۔ کل میں لٹچ کے بعد تمہارے آفس آ رہا ہوں۔“

”کیا میں ڈی جی صاحب کے علم میں لے آؤں کہ تم وہ فائل دیکھنا چاہتے ہو۔“

”یاد فضول باتیں نہ کرو... مجھے جلدی ہے۔ درندہ وزارت خارجہ براہ راست تمہارے ڈی جی

صاحب سے رابطہ قائم کر لیتی۔“

”بس تو پھر قمر پرور جھیل ہی رکھو یہ معاملہ...“

”فیاض...“ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔ ”تمہارا تیار کہیں اور بھی ہو سکتا ہے۔“

”مجھے دھمکی دے رہے ہو۔“

”نہیں بیادے یہ کہ رہا ہوں کہ پھر وہاں میں تمہیں کیسے ملوں گا...؟“

”چلو دفع ہو جاؤ... مجھے نیند آرہی ہے۔ کل لٹچ کے بعد...“

”اوکے... بائی بائی...“ کہتا ہوا عمران باہر آ گیا۔ اب اسکی گاڑی فلیٹ کی طرف جارہی تھی۔

انے گزری دیکھی۔ ساڑھے بارہ بجے تھے۔ ڈھائی گھنٹوں میں انکا کچھ ہو گیا تھا۔

فلپ کی کوئی کھڑکی روشن نظر نہ آئی۔ اس کا مطلب تھا کہ سب سو رہے ہیں۔ اس نے کال بتل کاٹن دیا اور باہر نکل گیا۔ گھنٹی خور قیامت والی تھی۔ شاگکی سے ایک خاص دھن بجانے والی گھنٹی نہیں تھی۔ اس نے جلد ہی اندر سے ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے کبھی بولکھا کر بیٹھے ہوں۔

پھر دروازے کے قریب ہی سے گرغ کی ٹھٹھلی آواز سنائی دی۔ ”کون ہے؟“

”دروازہ کھول۔۔۔۔۔“ عمران گرج کر بولا۔

”اگرے صاحب جی۔۔۔۔۔“ کہہ کر گرغ نے دروازہ کھول دیا اور سر پر دوپٹہ ڈالنے لگی۔

”جوزف کہاں ہے۔۔۔۔۔؟“ عمران نے اندر قدم رکھتے ہی پوچھا۔

”اے کمرے میں سو رہا ہے۔“

”اور سلیمان۔۔۔۔۔“

”جی میں کچھ نہیں جانتی۔ اول درجے کا آوارہ ہو رہا ہے۔ تمہیں بتیے تک گھر سے غائب رہتا ہے۔“

”جیسے یقین ہے کہ جوزف اپنے کمرے میں سو رہا ہے۔“

”جی ہاں۔۔۔۔۔“

”ہوں۔۔۔۔۔ خیر میں دیکھتا ہوں۔“ عمران نے کہا اور جوزف کے کمرے کی طرف بڑھ کر گرغ پیچھے پیچھے تھی۔ عمران نے جوزف کے کمرے کے دروازے کا پینڈل گھمایا۔ دروازہ کھل گیا۔

لائٹ جلائی۔ جوزف بہتر اونگھے منہ پڑا بے خبر سو رہا تھا۔ عمران لائٹ بجھا کر پلٹ آیا۔ گرغ سنگ دم میں بھی اس کے پیچھے پیچھے کھینچی تھی۔ عمران اس کی طرف مرکز بولا۔ ”پچھلے دنوں یہ

کیارات گئے تک غائب رہتا تھا۔“

”جی ہاں۔۔۔۔۔ پیٹھ چاہیے۔۔۔۔۔ سلیمان تو کہہ رہا تھا کہ سب کچھ صاحب کے حکم سے ہو رہا

ہے۔ لیکن آپ اس طرح۔۔۔۔۔“

”کیا ہوتا تھا صاحب کے حکم سے۔“ عمران نے اُسے تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”پرسوں رات تک سلیمان اسے اپنا ایک پھارنا ثلث اور پھرت پھرتا کہیں لے جاتا تھا اور ایک

ذیادہ بچے سے پہلے دونوں کی واپسی نہیں ہوتی تھی اور دونوں واپسی پر اتنے خوش نظر آتے تھے

جیسے جیتے جی جنت میں داخل ہو جانے کا مشورہ مل گیا ہو۔“

”ہوں۔۔۔۔۔“ عمران سر ہلا کر رہ گیا۔ پھر پوچھا۔ ”توکل اور آج یہ واقعہ پیش نہیں آیا۔“

”جی نہیں۔۔۔۔۔ لیکن سلیمان تو کل بھی غائب رہا تھا اور آج بھی غائب ہے۔ آپ کی ٹو سیٹر

لے پھر جاتا ہے۔“

”پیٹر ول کے دام کہاں سے آتے ہیں۔“

”میں نہیں جانتی۔۔۔۔۔ آج کل سودا بھی میں خود ہی لاری ہی ہوں۔ ورنہ خیال ہوتا کہ شاگکی

میں کالٹ کپٹ کرتا ہو۔“

”ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ اب تو جا کر سو جا۔ میں جوزف کو چکا تا ہوں۔“

”تو کیا صاحب۔۔۔۔۔ سلیمان غلط کہتا تھا۔“

”فکر نہ کر۔۔۔۔۔ اپنے کمرے میں جا۔ اگر وہ مرد دوسراں میں آگیا تو اسکا بھی مرمت ہو گی۔“

”کیا میں آپ کے لئے کافی بناؤں صاحب۔۔۔۔۔“

”اچھا بنا دے۔۔۔۔۔“ عمران نے کہا اور اٹھ کر پھر جوزف کے کمرے میں آگیا وہ شاگکی چرس کے

دم لگا کر سویا تھا۔ ورنہ اتنی گہری نیند نہیں ہوتی تھی کہ کمرے کی لائٹ جلتی اور وہ فوراً ہی بیدار نہ

ہو جاتا۔ عمران نے اسے جھجھوڑ کر اٹھایا تھا اور وہ خود فرودہ انداز میں عمران کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

”تو پوری طرح ہوش میں ہے یا نہیں۔“

”بب۔۔۔۔۔ بالکل ہوش میں ہوں ہاں۔۔۔۔۔“

”بہتر سے اٹھ کر اوپر کھڑا ہو جا۔“ عمران نے فرش کی طرف اشارہ کیا۔

”بب۔۔۔۔۔ بہت اچھا۔۔۔۔۔“

اس نے حکم کی تعمیل میں دیر نہیں لگائی تھی۔ عمران چند لمے اُسے گھورتا رہا پھر بولا۔ ”تو

میری بے عزتی کر رہا تھا۔“

”نہیں۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔“

”جھوٹ بول رہا ہے۔“

”میں بے موت مرت جاتا ہاں۔۔۔۔۔ تم نے یو سیہ خرچ بھی تو بند کر دیا ہے۔“

”پرس تجھے موت کے گھاٹ اتار دیتی اس لئے بند کر دیا تھا۔“

”نشے کے بغیر زندگی موت ہی گنتی ہے باس....!“

”تو بھیک مانگتا تھا....!“

”کس.... سلیمان نے....!“

”تو آخر سلیمان کا اتنا معاملات مند کیوں ہو رہا ہے!“

”اس نے کہا تھا کہ تمہیں خبر نہیں ہوئے پائے گی۔ اسلئے دور دراز علاقے میں لے گیا تھا۔“

”ہندو گاہ کے اعزاء ہو ٹل کے خرب....!“

”ہاں.... باس....!“

”دیکھ مجھے خبر ہو گئی کہ نہیں....!“

”میں اس سے کہہ رہا تھا لیکن وہ نہیں مانا کیونکہ اس کے اپنے کشن کا بھی تو معاملہ تھا۔ چار گھنٹے میں دو ڈھائی سو کا لپٹا تھا۔ آدھا خود لپٹا تھا اور آدھا مجھے دیتا تھا۔ پھر ایک اور آدمی بیچ میں آگوا....!“

”کیا مطلب....!“

”ہاں.... باس.... اس نے وہ جگہ خریدنے کی پیش کش کی اور سلیمان نے ایک ہزار میں سودا ملے کر پانچ سو اس کے اور پانچ سو میرے۔ اس وقت میرے پاس تیرہ سو روپے ہیں۔ سلیمان کہہ رہا تھا کہ ابھی انہیں خرچ کر دیکھ میں اور کوئی جگہ تلاش کر دوں گا۔“

”ہوں....“ عمران طویل سانس لے کر بڑے تھکاؤ میں چھت کی طرف دیکھنے لگا۔ اور جوزف گڑگڑا رہا تھا۔ ”صاف کر دو باس اب چاہے میری جاکٹ کی حرکت نہیں ہوگی۔ لیکن یہ سلیمان شیطان کی طرح دروغا ہے اور میں خود کو بالکل بے بس محسوس کرنے لگتا ہوں۔“

”خیر کوئی بات نہیں.... ہاں تو اس نے وہ ایک ہزار دیں کے دیں اور اگر دیئے تھے۔“

”نہیں باس.... مجھے وہ معاملہ بھی کسی قسم کا چکر ہی معلوم ہوتا ہے۔“

”کیا مطلب....!“

”وہ سلیمان کو اپنی گاڑی میں بٹھا کر گھر لے گیا تھا اور.... اور اس کی تھی۔“

”اوہ.... تو سلیمان اس کا گھر جانتا ہے۔“

”ہاں باس....!“

”اس کے پاس بھی پیسے ہیں۔ عیش کرنا پھر رہا ہوگا.... اور باس وہ خود بھی اس معاملے میں

یشان ہے۔ کل وہ پھر اسٹار ہو ٹل کی طرف یہ دیکھنے گیا تھا کہ اب اس اڑنے کو کس طرح استعمال

یا جا رہا ہے۔ واپسی پر اس کی حالت عجیب تھی۔ کہہ رہا تھا کہ وہی شخص پھٹے پرانے کپڑے پہنے

نظر ادا ہاں بھیک مانگ رہا تھا جس نے اپنی گاڑی میں اسے لے جا کر ایک ہزار کی ادائیگی کی تھی۔“

عمران اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔ اتنے میں گرخ نے باہر سے پوچھا۔

”کیا کافی ہیں لے آؤں صاحب....!“

”نہیں.... سنگ روم میں رکھو میں آ رہا ہوں۔“ عمران نے جواب دیا اور پھر جوزف کی

طرف متوجہ ہو گیا۔

”یعنی وہ اسے اپنی گاڑی میں اپنے گھر لے گیا تھا۔“ اس نے سوال کیا۔

”ہاں باس.... سلیمان کہہ رہا تھا کہ وہ اس علاقے کی کسی بڑی عمارت کے ایک فلیٹ میں رہتا ہے۔“

”سلیمان کی واپسی کب ہو گئی۔“

”جی نہیں باس.... اب وہ تمہارا ایک سوٹ بکن کرٹوسٹر میں گیا ہے۔“

”آج شام میں اس کی کھال گرا دوں....!“

”نہیں باس.... اس بار اسے بھی صاف کر دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ اس کی باتوں

میں نہیں آؤں گا۔“

”چراہ چپ چاپ۔“ عمران اس کے بستر کی طرف اشارہ کر کے غرایا اور اسے وہیں چھوڑ کر

سنگ روم میں واپس آگیا جہاں گرخ کافی سمیت اس کی منتظر تھی۔

”صاحب.... کیا سلیمان سے کوئی بڑی خطا سرزد ہو گئی ہے۔“ گرخ نے پوچھا۔

”جی سمجھ لے۔“ عمران نے کہا۔ ”مجھ سے اتنا نہیں ہو سکتا کہ اسے قابو میں رکھے کسی عورت

ہے تو ایک نچو لین کی بوی تھی کہ سال میں ایک آدھ تھوڑے لین کے ضرور سیر کر دیتی تھی۔“

”میں کینڈوں کے لئے نہیں لگتی۔ کبھی کوئی بات سمجھانے کی کوشش کرتی ہوں تو سب سے

پہلے میرے میٹرک پاس ہونے کی تذلیل کرتا ہے۔ پھر اپنے کسی دادا کی بات شروع کر دیتا ہے جو

بہت ہی خطرناک قسم کا چودھری تھا۔“

عمران بڑے تھکاؤ میں کافی کی چکیاں لیتا رہا۔ دیوار کی گھڑی ڈیڑھ بج رہی تھی۔

گلرنگ نے کہا۔ ”آپ نے اس قدر سر پر خار کھا ہے کہ اب اس کا جوجی چاہتا ہے کہ تا پھر تا ہے۔ آپ کے کپڑے پہنتا ہے۔ گلازی استعمال کرتا ہے۔“

”بے عزتی تو نہ کر اے میری۔ چاہتا نہیں کیا کیا کرتا پھر تا ہے۔ اچھا جب وہ آئے تو اپنے کمرے میں چلی جائیو۔ یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ تیری موجودگی میں اس پر اتنا چھوڑوں۔“

”خدا کی پناہ.... آپ ماریں گے اسے آخر کتنا برا جرم اس سے سرزد ہوا ہے۔“

”دیکھا.... ابھی سے اس کی ہمدردی کی باتیں کرنے لگی۔“ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

”یہ بات نہیں ہے صاحب جی.... ابھی تک تو یہی دیکھتی آ رہی ہوں کہ اس سے بڑے سے برا نقصان ہو جائے پھر بھی آپ نے کبھی اسے آنکھیں تک نہیں دکھائیں۔ لیکن آج مار پیٹ کی بات کر رہے ہیں۔“

”وہ کم بخت ان دنوں جوزف سے بھیک منگواتا رہا ہے۔“

”ارے نہیں....! گلرنگ بے ساختہ ہنس پڑی اور ہنسی ہی چلی گئی۔ جیسے اچھو ہو گیا ہو۔

”تیرا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔“ عمران گڑگڑا کر بولا اور گلرنگ منہ میں دوپٹہ ٹھونس ٹھونس کر ہنسی روکنے کی کوشش کرنے لگی۔ عمران آنکھیں نکالے اسے گھورتا رہا۔ لیکن انداز سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے خود بھی محظوظ ہو رہا ہو۔

”اور یہی نہیں....! اس نے کچھ دیر بعد کہا۔“ جوزف سے اپنا کیشن بھی وصول کر تا تھا۔

”فنی فنی پر بات بھری تھی۔“

”خدا سمجھے....! گلرنگ کا موڈ ایک دم خراب ہو گیا اور وہ ذات پتیں کر بول۔ ”کل میرے لئے امی نیشن کا ایک سیٹ لایا تھا بھیک کے پیسوں سے۔“

”اب تو یہ دیکھ۔ میں نہیں بیٹوں کا تو اب تو خود مارے گی اسے۔ پھٹانی بھی تو ہے تو۔“

”میں صاحب جی.... اب میں دیکھ لوں گی اسے۔“

”اس وقت نہیں.... کل صبح.... اب جا کر چین سے سو جا۔ میں اس کا انتظار کروں گا۔“

”آپ کہتے ہیں تو چلی جاتی ہوں۔ ورنہ میرا ہی تو چاہتا ہے کہ جیسے ہی وہ آئے۔“

”تن.... نہیں بس....! عمران ہاتھ اٹھا کر جلدی سے بولا۔ ”اس وقت نہیں اس وقت تو میں اس سے بات کروں گا۔“

وہ کافی کے برتن سمیٹ کر چلی گئی اور عمران آرام کری پر لیٹا بند دروازے کو گھورتا رہا۔ ٹھیک سواد بوجے کسی نے پہلے تو کھنٹی بجائی پھر دروازہ پیٹنے لگا۔

عمران نے اٹھ کر ایک دم دروازہ کھول دیا۔ سلیمان سامنے کھڑا تھا۔

”ارے باپ رے۔“ کہہ کر غائبانہ دھماکے کے لئے مڑا ہی تھا کہ عمران نے ہنس کی گردن دبوچ کر جھٹک دیا تو وہ چاروں خانے چت کرے میں آگرا۔

جوزف جو شام جاگ رہا تھا شگ روم میں آگرا ہوا اور گرکڑا نے لگا۔ ”خدا کے لئے

مخالف کرو دواس.... اب اپنی حرکت نہیں ہوگی۔“

”تو جاننا چاہئے کہ میں دیر نہ جان سے مار دوں گا۔“ عمران غرایا.... اور وہ چپ چاپ کمرے سے چلا گیا۔

”اب آپ اٹھئے محترم....! عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔

”مم.... میں کیا کرتا.... سلا دماغ چاٹتا رہتا تھا۔ میرے پاس کہاں دھرے ہوتے ہیں پیسے کہ اسے چرس پیئے کودیتا۔“

”درست فرمایا۔ اب اٹھ بھی جائیے محترم کیونکہ جس کے ہاتھ آپ نے بھیک کا وہ اڈہ فروخت کیا تھا آج پونے گیارہ بجے قتل کر دیا گیا۔“

”جج.... جی کیا مطلب....؟“ سلیمان بوکھلا کر اٹھ گیا۔

”اور آپ رتم وصول کرنے کے لئے اس کے ساتھ اس کے گھر بھی گئے تھے۔ وہاں لوگوں نے آپ کو اس کے ساتھ دیکھا بھی ہو گا۔“

”تن.... نہیں کوئی نہیں تھا.... شام کا وہ اپنے ظلیٹ میں تھما رہتا تھا۔ ل.... لیکن وہ مار ڈالا گیا۔ کک.... کیوں.... مار ڈالا گیا۔“

”جب ابھی حیثیت کے لوگ بھیک مانگتے ہیں تو یہی کہتے ہوتا ہے۔ بہر حال اب تو میرے ساتھ چلے گا۔“

”مصلح.... ضرور....!“

”ججے یقین ہے کہ جس نے اڈہ خریدا تھا وہ خود ہی بھیک مانگتا تھا۔“

”جی ہاں.... کل میں خاص طور پر اُدھر گیا تھا.... اور میں نے کسی کو بھیک مانگتے دیکھا تھا۔“

”وہ بھی جو خوف ہی کی طرح اندھا بنا ہوا تھا۔“ عمران نے پوچھا۔

”جی ہاں.... بالکل اسی طرح.... اور جوزف ہی کے انداز میں بھیں بھی کرتا تھا۔“

”میں نے دیکھا تھا....“ عمران کے لیے میں بیزاری تھی۔

”سخت.... تو کیا فوراً چلوں....؟“

”فوراً....؟“

”گھر کو تو نہیں معلوم ہوا....؟“

”جب میں جوزف کی خبر لے رہا تھا تو اُسے بھی معلوم ہی ہو گیا ہو گا۔“

”بڑی مصیبت میں بھٹن گیا۔ اب وہ جوزف سے سارا کچا چٹھا معلوم کر کے خواہ مخواہ سر ہو گئی۔“

”فکر نہ کر.... دیکھا جائے گا۔“ عمران نے کہہ کر جوزف کو آواز دی۔

وہ فوراً دوڑا آیا۔ عمران نے اس سے کہا۔ ”ہم باہر جا رہے ہیں تو دروازہ بند کر لے۔“

جوزف نے بے حد سعادت مندانہ انداز میں سر کو جھٹک دیا۔

باہر نکل کر سلیمان نے عمران سے پوچھا۔ ”تو آپ مجھے کہاں لے جائیں گے۔؟“

”کیا تو مجھے اس کا فلیٹ نہیں دکھائے گا۔؟“

”جی بہت اچھا.... لیکن آپ نے مجھے صاف کر دیا ہے یا نہیں....؟“ سلیمان گڑگڑایا۔

”اللہ پاک مناسب سمجھے گا تو صاف کر دے گا۔ ورنہ ایک عدد جو درود تو دے ہی رکھی ہے مجھے

اس نے۔ اچھا چلن ٹوئیز میں بیٹھ کر آگے چل۔ میں دوسری گاڑی میں چلوں گا۔“

”جی بہت اچھا۔“



معتول کا فلیٹ منتقل تھا۔ عمران بے ضابطہ طور پر قفل کھول کر فلیٹ میں داخل ہوا۔ سلیمان کو

اُس نے واپس کر دیا تھا۔

فلیٹ کے اندر کی رخ کرنے کے لیے اُس نے وہاں کی لائٹ نہیں چلائی تھی۔ اس کی بجائے

پیشل نارچ نکالی اور بہت ہی محتاط انداز میں تلاشی لینے لگا۔ کسی چیز کو ہاتھ لگاتا بھی تو فوراً اُسے

رومال سے صاف کر دیتا۔ میز پر رکھی ہوئی تصویر بلاشبہ معتول ہی کی تھی۔

”کچھ کاغذات ہاتھ لگے۔ جن کی رو سے معتول کا نام شہاب افضل تھا۔ اس کی تصدیق اس

شناختی کارڈ سے بھی ہو گئی جو ایک چرمی پیڈریک میں رکھا ہوا ملا تھا۔ لیکن کاغذات اُس کے پیچھے کی

نشاندہی نہ کر سکے۔“

”دو کمروں کی تلاشی لینے کے بعد وہ خواب گاہ میں پہنچا۔ لیکن ابھی یہاں کی چھان بین شروع

بھی نہیں کی تھی ان کمروں میں کسی کی آہٹ ہوئی۔ جن کی تلاشی کچھ دیر پہلے لیتا رہا تھا۔“

وہ بڑی پھرتی سے اُس بھاری پردے کے پیچھے چلا گیا جو محض آرائش کے لئے مغربی دیوار پر

ہملا ہوا تھا۔ نیا آنے والا اس کی طرح محتاط نہیں تھا۔ اس نے کمروں میں روشنی کر دی تھی۔

عمران سانس روکے کھڑا رہا۔ کچھ دیر بعد خواب گاہ کا بلب بھی روشن ہو گیا اور ایک شخص نظر

آیا۔ خاصا قد آور اور توانا تھا۔ ایسا لگا تھا جیسے پیشہ ور قسم کا مکان باز یا پہلوان ہو۔ عمران جہاں تھا وہیں

کھڑا رہا۔ نو وارد شاید اس فلیٹ کی تلاشی ہی لے رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ بستر پر بیٹھ گیا اور سائیز ٹیبل پر رکھے ہوئے فون پر کسی کے نمبر ڈائل

کرنے لگا۔ پھر ہاتھ پیس میں بولا۔ ”دارا بول رہا ہے۔ یہاں کچھ بھی نہیں ہے۔ لیکن بڑی عجیب

بات ہے کہ فلیٹ منتقل نہیں تھا۔ پینڈل گھماتے ہی دروازہ کھل گیا۔“ پھر خاموش ہو کر نشانہ

دوسری طرف کی بات سننے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”نہیں اس قسم کے آثار بھی نہیں ہیں کہ

کوئی مجھ سے پہلے پہنچ کر تلاشی لے چکا ہو۔ بہت بہتر ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔“

ریسیور کرپٹل پر رکھ کر ہاتھ گیا اور خواب گاہ کی روشنی بند کر تا ہوا دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

عمران پردے کے پیچھے سے برآمد ہو چکا تھا۔ دوسرے کمرے کی روشنی بھی بند کر دی گئی اور

پھر جیسے ہی وہ ابھی فلیٹ سے باہر نکلا عمران بھی نکلی کے دروازے کے قریب پہنچ گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اس اجنبی کا تقاب کر رہا تھا جس نے کچھ دیر پہلے فون پر کسی کو اپنا نام دارا

تھا تھا۔ اُس کی موٹر سائیکل تیسرے قادی سے مسافت طے کر رہی تھی۔ لیکن اس وقت سڑکوں پر

ترکیت کی کسی کی بنا پر عمران کو بھی تقاب جاری رکھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آ رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد عالمگیر روڈ کی ایک عمارت کے سامنے موٹر سائیکل رُک گئی اور اجنبی اتر کر

عمارت کے اُس حصے میں داخل ہو گیا۔ جس پر ”دارا کافی ہاؤس“ کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ عمران نے سیٹی

بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکڑے سڑک کی دوسری جانب اس نے اپنی گاڑی کھڑی کی

تھوڑی دیر بعد کافی ہاؤس۔ ایک پیر الٹا اور موٹر سائیکل کو عمارت کے اندر لے گیا۔



قریباً ساڑھے تین بجے عمران رانا بیس پہنچ گیا تھا۔ سب سے پہلے اس نے فون پر اپنے ہاتھوں کو کچھ ضروری ہدایات دیں پھر سونے کی تیاری کرنے لگا۔

گھوڑی کے لارم نے ٹھیک سات بجے اُسے بیدار کروایا تھا۔ ناشتہ کے بغیر وہ اپنا بیس سے نکل

چودھو دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

سیدھا اپنے فلیٹ پہنچا۔ یہاں خلاف توقع بائیں سائٹ تھا۔ چورف نے دروازہ کھولا لیکن اس کا

ہوئے اونچی آواز میں جوزف سے کہا۔ ”گلبرخ سے کہہ دے کہ ابھی میں نے ناشتہ نہیں کیا۔“

جوزف تیری سے کہیں کی طرف بڑھ گیا۔ پھر جلدی واپس بھی آگیا اور عمران کے قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا۔ ”یہاں تو زبردست جنگلہ ہو گیا باس....!“

وہی... اے بڑا کسے

”دونوں کے درمیان زبردست کشمکش ہوئی۔ گلرخ نے اُسے نوج کھسکٹ کر رکھ دیا۔“

”لیکن سلیمان سے کہاں...؟“

مکرے میں گلرخ نے باہر سے قتل ڈول دیا ہے۔ کہتی ہے کہ تم کہہ چنودھان تک بندر کھوں گی۔“

”ہوئی ہے ثبات۔۔۔“ عمران خوش ہو کر بولا۔

”اس سے بہتر تو یہی ہوتا اس کہ تم خود اسے ملے پیٹ لیتے۔ عورت کے ہاتھوں تو نذریل ہو ملتا۔“

”خدا کا شکر ادا کر کہ تو شہادی شدہ نہیں ہے۔ ورنہ تجھے تو زندہ ہی دفن کر دیتا۔“

”نہیں! اس... نہ اچھا نہیں ہوا۔ بھلا کوئی بات ہے کہ بیوی شوہر پر حملہ آور ہو۔“

”ہو کی تو شوہر کو لگدھے گاڑی میں جوتے گی۔ بس ذرا کیسوں صدی شروع ہونے دے۔“

”میں بہت محموں ہوں ماس...!“

”مکمل اندر اور خاموشی سے ایک طرف بیٹھ ورنہ مجھے غصہ آگیا تو کھڑے گھاٹ تیری بھی

”

جواب: کہ شہر کا ایک گوشہ اور بعد گلرنگ نشتہ کی ٹرے کے

لیکن جوزف اپنی جگہ سے نہ ہلا اور گلبرخ نے حکایت آمیز لہجہ میں عمران سے کہا ”یہ خولہ خواہ سرا جا رہا ہے اس کے لئے اس“

”کیوں نہ مرے۔“ عمران خوش ہو کر بولا۔ ”اس اندھے کی لاکھی تو وہی بنا کر تاتھا۔“

پھر جوزف سے غرا کر بولا۔ ”جانتا کیوں نہیں۔!“

”سلیمان بھوکا ہے باس.....! جوزف بھرائی ہو کی آواز میں بولا۔

”دیکھا آپ نے...؟“ مگر بخوبی۔ ”اُسے تو میں بھوکا مار دوں گی۔!“

”جاتا ہے یا اٹھوں میں...؟“ عمران آنکھیں نکال کر غریبا۔

جوزف بولکھاکر کرے سے نقل گیا اور عمران مسکرا کر بولا۔ ”گلرخ تو فکر نہ کر یہاں وہی ہو گا

”جو تو چاہے گی۔!“

”اے صاحب..... میں نے بڑی سرافت سے پوچھا تھا۔ بس الف ہو گیا۔ لگا

پھر مجھے بھی غصہ آگیا۔“

”سکرے میں کیسے بند کیا تھا....!“ عمر الـ

”نہ جھگڑ کر جا کر لیٹا ہی تھا کہ میں۔۔۔“

”شماش لیکن اب کیا پروگرام ہے؟“

”بند رکھ کر بھوکا مار دوں گی!“

”اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں کفن کے لئے لٹھاؤں غصہ خریداؤں۔؟“

”اے نہیں صاحب اساجھی کیا۔۔۔“ وہ گڑبڑا کر بولا۔

تھک اُکا وقت سلمان نے اپنے کمرے کا دروازہ انداز سر ہٹا کر باہر نکلا۔

دیکھ کر خاتون نے بڑھا۔ ورنہ مجھ سے کہو کہ ان ہو گا۔

جز ابراہیم سے خریدی تھی۔“

”اسرا کا مطلب یہ ہے کہ وہ بیحدیہ — معذرت فرمائیے —

”اندازہ ہے تجھے۔“

”ہاگل اندازہ ہے.... سچی تو اس نے بات نہیں بڑھائی تھی۔ چپ چاپ کرے میں جالنا تھا۔“

”بہر حال اب یہ قصہ ختم کر دے۔ ورنہ بات گھر سے نکل جائے گی اور نہ صرف سلیمان بلکہ جوزف بھی کسی بڑی مصیبت میں مبتلا ہو جائے گا۔“

”وہ کیسے صاحب.... ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔“

سلیمان پھر چیخنے لگا۔ لیکن وہ اس کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے جواب طلب نظروں سے عیران ہی کو دیکھتی رہی۔

”بات بڑھ گئی ہے.... بہر حال کسی کو بھی نہیں معلوم تھا کہ حالات اس طرح بگڑ جائیں گے۔“

”کیا کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے۔“

”بہت بڑی.... اس سلیمان کے بچے نے بھیک کا وہاڑہ جس کے ہاتھ فروخت کیا تھا اُسے کل رات کسی نے قتل کر دیا۔“

”ارے نہیں....“ گرج بول کھلا گئی۔ پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ ”آخر یہ کیا کیا کرتا رہا ہے۔ اس سے بھیک بھی منگوائی اور بھیک کا وہ بھی فروخت کر دیا۔“

”ہاں یہی کچھ ہوا ہے۔ لہذا اب تجھے خاموشی اختیار کرنی چاہئے۔ کسی سے بھی اس کا تذکرہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“

”میں سچ کچ اس کی دشمنی توڑنا ہی ہوں۔“ وہ گلہ گیر آواز میں بولی اور جیب سے کتنی نکال کر عیران کے سامنے ڈال دی۔

”بس اب تو جگہ میں دیکھ لوں گا۔“ عیران نے کہا۔ ”اگر جوزف ناشتہ کر چکا ہو تو اُسے بھی اُدھر ہی بھیج دیجو....“

گرج بولی گئی اور تھوڑی دیر بعد جوزف کمرے میں داخل ہوا۔

”بیٹھ جا....“ عیران نے قریب کی کرسی کی طرف اشارہ کر کے کہا.... اور اُسے بھی اس قتل کے بارے میں بتانے لگا۔

”میں نے تو پہلے ہی کہا تھا باس کہ کوئی پکڑ ضرور ہے۔“ جوزف سر ہلا کر بولا۔

”بہر حال.... اب تم لوگ اس سلسلے میں بالکل خاموشی اختیار کرو گے۔“

”ارے تو میں کس منہ سے کسی کو بتاؤں گا کہ میں بھیک مانگا رہا ہوں۔“

”اچھا.... تو یہیں بیٹھ....“ عیران اٹھتا ہوا بولا۔ ”میں سلیمان کو لا رہا ہوں۔“

ٹھیک اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور عیران نے ریسپونڈر اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے کیپٹن فیاض کی آواز آئی۔

”خیریت....“ عیران ماڈ تھ نہیں میں بولا۔

”سنو.... جوزف سے پوچھو کہ اس نے وہاڑہ کیوں چھوڑا تھا اور اسکی جگہ دوسرا آدمی کیسے پہنچا۔“

”جوزف کچھ نہیں جانتا۔ سن کر ہنس رہا تھا۔ بھلا وہ کیوں بھیک مانگے گا۔“

”تو پھر میں جھوٹا ہوں....“ فیاض کی غصیلی آواز آئی۔

”نہیں تمہیں غلط فہمی ہو سکتی ہے۔ چلو میرے ساتھ سیادہ فاموں کی بستی میں تمہیں جوزف کے کئی ہشکلوں سے ملا دوں گا اور پھر اگر تم اسے جوزف ہی سمجھتے تھے تو تمہیں اُسے ٹوکنا بھی چاہئے تھا۔ تم اس کے لئے انجینی تو نہیں تھے۔“

”اگر تمہیں یقین نہیں تھا تو کیوں دوڑے گئے تھے دیکھ کے لئے۔“

”بس حماقت ہی سرزد ہوئی تھی۔“ عیران نے کہا۔ ”ہونا یہ چاہئے تھا کہ پہلے فلیٹ میں جا کر دیکھ لیتا۔ بہر حال جب میں وہاں سے واپس ہوا تھا تو جوزف بے خبر سو رہا تھا۔“

”کوئی نہ کوئی پھیرے ضرور.... خواہ تم کتنی ہی باتیں بناؤ....“

”بس تو پھر ثابت کر دو کہ وہ جوزف ہی تھا....“

”اسی مضبوطی کی بناء پر تو اچھل کود رہے ہو....“

”مقتول کے بارے میں کچھ معلوم ہوا....“

”نہیں کچھ بھی نہیں.... اس پاس کے لوگ لاش کی شناخت نہیں کر سکے۔“

”خیر تو پھر میں لٹچ کے بعد آ رہا ہوں....“ عیران نے کہا۔

”مجھے افسوس ہے۔“ فیاض دوسری طرف سے بولا۔ ”تھرو پر اپر چیل او میں نچی طور پر فائل تمہیں نہیں دے سکتا۔“

”اچھی بات ہے.... پیارے فیاض.... اب خدا ہی جانے کی کتنی ٹھوکریں تمہارے مقدر میں لکھی ہوئی ہیں۔“

”تم اس کی فکر نہ کرو۔ ویسے میں پیرنٹنڈنٹ ہوئی سائیز کو مطلع کرنے جا رہا ہوں کہ مقول کی لاش سب سے پہلے تمہی نے دیکھی تھی اور فون پر پولیس کو مطلع کرنے والے بھی تمہی تھے۔

لہذا ابھی سے جواب دی کے لئے تیار کر لو۔“

”واقعی...؟“ عمران چپک کر بولا۔ ”بھلا مجھ سے کیا پوچھا جا سکتا ہے۔“

”تمہی کہ تم اس وقت وہاں کیا کر رہے تھے...؟ اور تم نے کتنا کال کیوں کی تھی۔ اپنی

شخصیت کیوں نہیں ظاہر کی۔“

”ٹانا...؟“ کہہ کر عمران نے ریسپور کرپٹل پر دھک دیا اور جوزف سے بولا۔ ”تم دونوں اندازہ

نہیں لگا سکتے کہ بات کتنی بڑھ گئی ہے۔“

”میں شرمندہ ہوں باس!...“

عمران سر ہلاتا ہوا کہہ کر سے نکل آیا اور سلیمان کے کمرے کے سامنے رک کر اونچی آواز میں

بولا۔ ”اب کیا خیال ہے۔“

”میں گلبرخ کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“ اندر سے آواز آئی۔

”اس سے پہلے تو خود جیل چلا جائے گا۔ بات بہت بڑھ گئی ہے۔ لہذا مناسب یہی ہے کہ اب

اس قفسے کو ختم کر دے اور کسی کو کانوں کا خیر نہ ہونے پائے اس کے بارے جو حماقت تم دونوں

سے سرزد ہوئی تھی۔“

”آپ مجھے باہر تو نکالے... بھوک کے مارے دم نکلا جا رہا ہے میرا۔“

”گلبرخ کئی طرف تو نیز می آنکھ سے بھی نہیں دیکھے گا۔“

”آپ ہی تو فہم دیتے ہیں اُسے... ورنہ خیال تھی اس کی۔“

”اے بس کر دہ بھی پھٹانی ہے۔ تیری طرح صرف کسی چودھری کی اولاد نہیں ہے۔ اُس کی

پردادی نے سارے سائیکس قتل کئے تھے۔“

”کے ہوں گے... آپ دروازہ کھولے۔“

عمران نے قفل کھول کر اُسے باہر نکالا۔ عجیب حلیہ ہو رہا تھا چہرے پر جگہ جگہ خراشیں تھیں

اور قمیض بھی پھٹ گئی تھی۔ عمران اُسے سیدھا ہنگ روٹ میں لیتا چلا گیا اور ناشے کی ٹرسے اس

سے سہرا ہادی۔ فی الحال گلبرخ سے اس کے لئے کچھ طلب کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

باتیں کے دوران ہی میں سلیمان کو پورے وقف سے اکٹھا کرتے ہوئے کہہ ”ہو سکتا ہے

کیٹین فائض تم دونوں سے پوچھ گچھ کرنے کے لئے کسی کو بھجوائے اس لئے محتاط رہنا۔“

”ہم وہ کچھ بھی نہیں معلوم کر سکیں گے۔“ سلیمان براہ راست بنا کر بولا۔ ”آپ گلبرخ کو

قابو میں رکھنے کی کوشش کیجئے۔“

”وہ اب تجھ سے نہیں لکھے گی۔ میں نے سمجھا دیا ہے۔“

ایک بار پھر فون کی گھنٹی بجی اور عمران نے جوزف کو کال کر لیا۔ ریسپور کرنے کا اشارہ کیا۔

جوزف نے کال ریسپور کی اور رات تھیں پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ”سٹر صفر ہیں۔“

عمران نے اٹھ کر ریسپور اس کے ہاتھ سے لے لیا اور رات تھ میں بولا۔ ”کیا خبر ہے۔“

”اچھی خبر نہیں ہے... مقول کشم اٹیلی جس کے اسٹی اسٹلگ اسکو کا ایک انسپکٹر تھا۔“

”یہ اطلاع تمہیں کسی ذریعہ سے ملی ہے۔“

”میں نے اس کے فلیٹ کی گمرانی کا کام اپنے ذمے لیا تھا۔ کچھ ہی دیر پہلے وہاں کشم اٹیلی جس

کے لوگ نظر آئے اور ان کی گفتگو سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ انہیں کا آدمی ہو سکتا ہے۔ پھر

مزید پچھان بین کرنے پر حقیقت سامنے آگئی۔“

”تم اب کہاں ہو...؟“

”ابھی علاقے کے ایک پبلک فون بوتھ سے آپ کو اطلاع دے رہا ہوں۔“

”میں اب سیدھے میرے پاس چلے آؤ... میں فلیٹ ہی میں ملوں گا۔“

”بہت بہتر...“

”کیا ہو ہی سائیز والوں کو معلوم ہو گیا کہ وہ کون تھا۔“

”اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔“

”خیر... اب تم آؤ میری آجا۔“ عمران نے کہا اور ریسپور کرپٹل پر دھک دیا۔

”کیا کوئی بڑی گوی ہوئی ہے باس...؟“ جوزف نے پوچھا۔

”بہت بڑی گوی... وہ بھی ایک سرکاری آدمی تھا۔“

”خدا کی پناہ... یہ سب کیا ہو رہا ہے۔“ جوزف پر نظر انداز میں بڑبڑایا۔

”بس تم اپنے ہوش دکھانے رکھنا...“ عمران نے کہا اور خاص طور پر سلیمان کی طرف ہاتھ

”اور ہمیں ایسے نوکی طرف سے حکم ملا کہ ہم سب آپ سے تعاون کریں اور آپ اسے مخفی معاملہ قرار دے رہے ہیں۔“

”ایکس ٹو جانتا ہے کہ میں بھی اس کے لئے کیا کیا کر سکتا ہوں۔“

”آپ کا معاملہ ہی آج تک میری سمجھ میں نہیں آسکا۔ کبھی آپ اس ٹو پر احسان کرتے ہیں اور کبھی باقاعدہ طور پر اس کے ماتحت بن کر کام کرتے ہیں۔“

”جب مجھے اس بات کا فائدہ ہوتا ہے کہ دوسری سرکاری ایجنسیاں میرے کام میں غلغلہ انداز ہوں گی۔ تب میں باقاعدہ طور پر اس کا ماتحت بن جاتا ہوں اور وزارت خارجہ مجھے پورا پورا تحفظ دیتی ہے۔“

”خیر..... مجھ سے تو آپ نے کہہ دیا ہے کہ یہ آپ کا مخفی معاملہ ہے لیکن اور کسی سے نہ کہنے گا۔ غالباً آپ سمجھ گئے ہوں گے۔“

”تم تو اس طرح سمجھانے بیٹھ گئے ہو جیسے آج پہلی بار تم سے ملاقات ہوئی ہو۔“

”مجھے کچھ ایسا ہی لگ رہا ہے۔ کتنے عرصہ بعد ہم اس طرح مل بیٹھے ہیں۔“

”ختم کرو۔۔۔۔۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”کسٹرا مثلی جنس کے ڈائریکٹوریٹ میں کوئی جان پہچان والا ہو تو اس سے متعلق انسپکٹر کا اصل نام معلوم کرو۔“

”میں دیکھوں گا جا کر۔۔۔۔۔“ شائد کوئی جان پہچان والا مل جائے۔“

تھوڑی دیر بعد عمران نے ڈائریکٹوریٹ کی عمارت کے قریب گاڑی روکی اور مصدور اتر کر عمارت کی طرف بڑھ گیا۔

قریباً بیس بائیس منٹ بعد اس کی واپسی ہوئی تھی اور وہ ناکام واپس نہیں آیا تھا۔

”متقول کا نام باسٹرا شید تھا۔“ اس نے اطلاع دی۔ ”اور قریباً چھ ماہ سے وہ اسمگلرز کے ایک گروہ سے ایجنڈا رہا تھا۔ لیکن پادری کے سربراہ تک اس کی پہنچ نہیں ہو سکی تھی۔“

گاڑی حرکت میں آگئی۔۔۔۔۔ اور مصدور نے پوچھا۔ ”اب کدھر۔۔۔۔۔؟“

”اب ہم کچھ دیر دارا کافانی ہاؤس میں بیٹھیں گے۔“

”ابھی تو آپ کہہ رہے تھے کہ فی الحال آپ دارا کو نہیں چھیڑنا چاہتے۔“

”صرف بیٹھیں گے کافانی ہاؤس میں۔۔۔۔۔ دارا سے ہمیں کوئی سروکار نہ ہو گا۔“

”مجھے سوچ سوچ کر اپنی آ رہی ہے سلیمان اور جوزف کی حرکتوں پر۔۔۔۔۔“

ہلا کر بولا۔ ”تو خود ہی نہ چھیڑ کر خرچ کرو۔“

”میں تو اب اسے جوتے کی نوک پر بھی نہیں ماروں گا۔ جہنم میں جائے۔“

”یہ بھی ٹھیک ہے۔“ عمران سر ہلا کر رہ گیا۔



عمران گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا اور مصدور اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔ گاڑی بندر گاہ کے علاقے کی طرف جا رہی تھی۔ دفعتاً مصدور بولا۔ ”مجھے ابھی تک متقول کا نام نہیں

معلوم ہو سکا۔“

”میرا خیال ہے کہ جو نام میں جانتا ہوں وہ بھی اس کا اصل نام نہیں تھا۔“

”کیا مطلب۔۔۔۔۔؟“

”اس کے فلیٹ میں اس کے جو کاغذات ملے تھے۔ جعلی تھے۔ انہی کاغذات میں اس کا نام شہاب افضل تحریر تھا ایک شادی کا رڈ بھی ہاتھ آیا تھا۔ اس پر اس کی تصویر تھی اور نام شہاب افضل درج تھا۔“

”آپ آخر کس نتیجے پر پہنچے ہیں۔“

”حالات کے تحت میں یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہوں کہ وہ مجرموں کی کسی پارٹی میں خود بھی شریک ہو کر ان کے جرائم کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا کہ مجرم اس کی اصلیت سے

باخبر ہو گئے۔ اس نے سلیمان سے بلیک کے اڈہ کا سودا اپنے محکمے کی کسی رقم سے نہ کیا ہو گا۔ بلکہ وہ رقم مجرموں ہی کے جیب سے نکلی ہو گی۔“

”آپ نے دارا کافانی ہاؤس کے مالک دارا کا بھی ذکر کیا تھا۔ اسے کس خانے میں فٹ کریں گے۔“

”وہ بھی کسی کے لئے کام کر رہا ہے۔ کیونکہ فون پر اس نے کسی کو ہال اپنی موجودگی کی اطلاع دی تھی۔ گنگو کا انداز نیاز مند نہ تھا۔“

”اس کے لئے کیا کر رہے ہیں۔۔۔۔۔؟“

”فی الحال میں اسے نہیں چھیڑنا چاہتا۔“

”سوال تو یہ ہے کہ اس کا ہمارے محکمے سے بھی کوئی تعلق ہو سکتا ہے یا نہیں۔“

”فی الحال یہ میرا مخفی معاملہ ہے۔“

عمران آنکھ نہ بولا گاڑی مشور کی طرف بوجھ رہی۔

”کبھی پہلے بھی دارا کافی ہاؤس میں بیٹھے ہیں۔“ مصدور نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

”نہیں..... بس اُدھر سے گذر دیتے ہوئے سائن بورڈ ہی پر نظر پڑتی رہی ہے۔ کبھی بیٹھنے کا

اتفاق نہیں ہوا۔“

”شہر کے بڑے بڑے اویس اور آڈرٹس وہاں بیٹھے ہیں۔“

”بیٹھے ہیں یا بیٹھتے ہو کر جاتے ہیں۔“ عمران نے پوچھا۔

”خود ہی دیکھ لیجئے گا۔“

”لیکن ہماری نوعیت کیا ہو گی۔“ عمران نے کہہ کر ”ہم نہ اویس ہیں اور نہ آڈرٹس.....“

”صرف میری بات سمجھئے۔ آپ تو چاہتے ہیں کیا کیا ہیں۔“ مصدور نے کہا پھر جلدی سے پوچھا۔

”یہاں۔“ دارا آپ سے واقف تو نہیں ہے۔“

”چاہتے ہیں..... اس سلسلے میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا۔“

”خیر دیکھا جائے گا۔“

دارا کافی ہاؤس کے قریب گاڑی رک گئی۔ وہ دونوں اتر کر اندر بیٹھ گئے۔ ان کے گیارہ بجے تھے

اور کافی ہاؤس وقت بھی خاصا آدھا نظر آ رہا تھا۔

انہوں نے ایک گوشے میں میز منتخب کی..... عمران بالکل ہونٹوں کے سے انداز میں کافی ہاؤس

کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر نوکلا کر بولا۔ ”اے باپ رے یہاں تو لڑکیاں سر و کرتی ہیں۔ تم نے پہلے

کیوں نہیں بتایا تھا۔“

”یہی تو یہاں کی اسٹیبلش ہے۔“ مصدور بولا۔ ”میں سمجھتا تھا کہ شاید آپ کو اس کا علم ہو۔“

”علم ہوتا تو ہرگز نہ آتا۔ یہاں تو لڑکیوں کو بھر کر کمرے دیکھ کر میری کھنکھ بھاتی ہے۔“

”یعنی آپ کی یہ آکیری سے خوف محسوس کرتے ہیں۔“

”بالکل..... چاہتے ہیں کہ کافی پائت سر پر نہ لادیں۔“

”نہیں بہت سیدھی ہیں۔ بچا چلیاں۔“ صد نے کہا اتنے لوگوں کو برداشت کرتی ہیں۔“

”اے باپ رے..... وہ اُدھر ہی آ رہی ہے۔“ عمران مزید نوکلا کر بولا۔ ”میں آنکھیں بند

کیے لیتا ہوں۔ تم آڈرٹس کر دیتا۔ کافی اور لیکن سینڈ وچ کر لے۔“

پھر سچ اس نے آنکھیں بند کر لیں اور مصدور دیر لیں کو تانے لگا کہ انہیں کیا کیا چاہئے۔

ٹھیک اسی وقت ایک صاحب قریب کی میز پر ہاتھ مار کر دہاڑے۔ ”دونوں سپر ادا رہ عالمی

رہائے حاتمہ سے قطعی نشان نہیں ہوتیں۔ جو ان کا دل چاہتا ہے کرتی رہتی ہیں۔ اس لئے محض

کافر نسوں سے کام نہیں چل سکتا۔“

عمران نے سہم جانے کی انکیت کر کے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ ویڈیو جاکھی تھی۔ وہی

صاحب پھر گرے۔ ”تیری دنیا کی باتیں بھی کواں ہیں۔ ان میں سے کبھی کچھ سماں اس کی گود

میں بیٹھے ہوئے ہیں اور کچھ اس کی گود میں چلی پناہ نہیں کہاں دفن ہو گئی ہے۔“

”اے تم مجھے کہاں لے آئے۔“ عمران چکیاتی ہوئی آواز میں بولا۔ ”یہاں تو دل دہلائے والی

عین ہو رہی ہیں۔“

”مگر نہ کیجئے..... ان لڑکوں پر نظر رکھئے۔ جو آپ کے لئے دوزخ و سوپ کر رہی ہیں۔“

”لیکن لڑکوں کی بات ہے۔“

”سر و کرتے والی لڑکیاں.....“

برابر والی میز پر وہی صاحب پھر گرے۔ ”میں نے اپنی قلم میں یہی بتانے کی کوشش کی ہے

تلاش کی دنیا ایک بہت بڑے فراخ کے دوز سے گذر رہی ہے۔ کچھ لوگ دوسروں کو قریب دے

تے ہیں اور کچھ خود فریبی میں مبتلا ہیں۔“

”میں ان میں تو چلا۔“ عمران خوف زدہ لہجے میں بولا۔ ”کہیں اب ان کی قلم بھی نہ سنبھل پڑے۔“

”بیٹھے..... بیٹھے..... شاید قلم نہ سناں۔ کیونکہ ان کے دونوں ساتھی خالصے پور نظر آ رہے

ہیں۔ شاید وہ انہیں نظر پڑھنے کا موقع ہی نہ دیں۔“

”یاد تم کیا جانو..... شاعر کو کون روک رکھا ہے۔ سانے سے۔“

”اچھا تو پھر آپ یہاں آئے کیوں تھے۔“

”میری خود سمجھ میں نہیں آتا کہ میں یہاں کیوں آیا ہوں.....“

”دارا کے لئے شاید آپ بھول گئے۔“ مصدور آہستہ سے بولا۔

”دارا کے بارے میں تم کیا جانتے ہو.....“

”کبھی بڑی دیر نہ چمک رہا تھا۔“ اب انگ کا۔ اب ظاہر صرف یہی پیش ہے کافی ہاؤس کھول

”خیر.....“ صفر اس کی پیالی میں کافی اٹھٹھا ہوا بولا۔ ”سینڈوچ لیجئے۔ لیکن سینڈوچ

یہاں کی اسٹیشن ہے۔“

”برابر کی میز سے پھر دہانہ سنا دی۔“ ہم وہی لکھتے ہیں جو محسوس کرتے ہیں۔“

”سننے زور سے تو محسوس نہ کرو۔“ دفعتاً عمران گنکر بولا۔

”جی کیا مطلب.....؟“ برابر والی میز سے آواز آئی۔

”آپ کو یہاں بیٹھ کر اس طرح چیخنے کا حق کس نے دیا ہے۔“

”آپ ہوش میں ہیں یا نہیں.....؟“ وہ اریب یا سیاستدان اپنی کرسی سے اٹھتا ہوا بولا۔

”میں بالکل ہوش میں ہوں..... در نہ ہر گز اعتراض نہ کرتا۔“ عمران بھی اٹھتا ہوا بولا۔

”اس کا مقابل اوریب یا سیاستدان خاصا لچم خیم آدمی تھا اور آنکھوں کی بناوٹ کے اعتبار سے طاقتور بھی لگتا تھا۔“

”جانتے ہو میں کون ہوں۔“ وہ بیٹے پر ہاتھ مار کر بولا۔

”بے شمار جانوروں سے میری جان پہچان نہیں ہے۔“ عمران نے بڑی مصومیت سے کہا۔

ایکایک کاؤنٹر کلرک دوڑ آیا اور دونوں سے خاموش ہو جانے کو کہتا رہا۔

”چنانچہ کہاں سے آمرتے ہیں۔“ عمران کا مقابل بولا اور کاؤنٹر کلرک سے پوچھنے لگا۔ ”کیا

تم اس شخص کو جانتے ہو.....؟“

”نہیں جناب۔“

”تو کیا نوادر ہے۔ کافی ہاؤز میں بیٹھنے کی تمیز نہیں ہے تو یہاں کیوں آئے۔“

”بد تمیزوں کا دماغ درست کرنے۔“ صفر بھی اٹھتا ہوا بولا۔

ویسے اُسے عمران کی دخل اندازی اچھی نہیں لگی تھی۔ دفعتاً دارا بھی ایسے آفس سے نکل کر وہاں آکر اہل۔ لیکن صفر نے محسوس کیا کہ عمران پر نظر پڑے ہی وہ چونکا تھا پھر جلد ہی سنبھل

کر عمران کے مخاطب سے بولا تھا۔ ”کیا بات ہے شاطر صاحب۔“

”شخص خواہ مخواہ میری باتوں میں دخل اندازی کر بیٹھا تھا۔“

”میں اس لئے دخل اندازی کر بیٹھا تھا کہ خواہ مخواہ چیخ کر دوسروں کا سکون عارت کر رہے

تھے۔“

کرد۔ نقیض ہو گیا ہے۔“

”پو لیس ریکارڈ.....؟“

”میرا خیال ہے کہ اس کا کوئی پو لیس ریکارڈ نہیں ہے۔ کسی غیر قانونی حرکت کا مرتکب کبھی

نہیں پایا گیا۔“

”تب تو واقعی اسے براہ راست نہ چھینرنا چاہئے۔ صرف گرانی کافی ہو گی۔“

”کیا آپ اس سے ملیں گے نہیں.....؟“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ وہ ہر حال اصل آدمی نہیں ہے۔ جسکی تلاش انسپکٹر ہاسٹڈ کو تھی۔“

”لیکن وہ اصل آدمی سے واقف تو ہو گا۔“

”ہو سکتا ہے۔“ عمران پر تفکر لیجے میں بولا۔ ”بات دراصل یہ ہے کہ میں حالات کا پوری

طرح جائزہ لے لے بغیر خود کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہتا۔ پہلے تو مجھے یہ دیکھنا پڑے گا کہ اس سلسلے میں

ہوئی سائیڈ والوں اور کسٹرا ٹیلی جنس کا کیا رویہ ہے۔“

”اور کیٹین فاض.....؟“

”کیٹین فاض تنگ بات اس وقت پہنچے گی جب ہوی سائیڈ والے ناکام ہو جائیں۔ میں اس

وقت یہاں صرف اسلئے آیا ہوں کہ کافی ہاؤز کے ماحول کا جائزہ لے سکوں۔ ارے باپ رہے۔“

عمران نے پھر آنکھیں بند کر لیں۔ کیونکہ ویٹر بیس ان کی طلب کی ہوئی اشیاء دار ہی تھی۔

”یہ آپ جائزہ لے رہے ہیں ماحول کا.....“ صفر تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”آنکھیں کھولنے دو

جائیگی ہے۔“

عمران نے آنکھیں کھول دیں اور ہونٹوں کی طرح صفر کی شکل دیکھنے لگا۔

”میرا خیال ہے کہ دارا بھی اصل آدمی کی نشاندہی نہیں کر سکے گا۔“ صفر نے آہستہ سے

کہا۔ ”دور نہ ہاسٹڈ اسی طرح کیوں جھک مارتے مارتے خود بھی ختم ہو جاتا۔“

”یہ بھی ممکن ہے.....؟“ عمران نے کہا۔ ”بعض مجرم خود کو اپنے سارے کارپروازوں پر ظاہر

نہیں کرتے۔“

”اگر معاملہ اسلنگنگ ہی کا ہے تو براہی آدمی اس کی پشت پر ہو گا۔“

”براز نہ کہو..... بلکہ دولت مند اور ذی اثر آدمی کہو۔ بڑا آدمی اور پیڑ ہو تا ہے۔“

”باہر چلو.... میں تمہارا سر تو زودوں گا۔“

”بیٹھ جاؤ....“ عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ ”دراپہ لہنے سینڈویچ کھاؤں اور کافی پی لوں پھر میں ضرور چلوں گا تمہارے ساتھ باہر۔ پہلے تمہیں ماروں گا پھر وہ ظلم سنوں گا جس کے لئے تم اس قدر جی رہے تھے۔ لیکن تمہارے ساتھ ہی نظم ناسانے کا موقع ہی نہیں دے رہے تھے۔“

”مار ڈالوں گا....“ کہتا ہوا وہ عمران کی طرف جھپٹا.... لیکن دارا ان کے درمیان آتا ہوا بولا۔

”باہر ہی ٹھیک رہے گا شاطر صاحب۔ میں یہاں ہنگامہ پسند نہیں کروں گا۔ آپ بھی براہ کرم بیٹھ جائیے جناب....“ اس نے عمران سے کہا۔

”جی بہت اچھا....“ عمران نے سعادت مندانہ انداز میں کہا اور بیٹھ کر نہایت اطمینان سے سینڈویچ کھانے لگا۔

”پگل معلوم ہوتا ہے۔“ شاطر نے کہا اور خود بھی بیٹھ گیا۔

عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو چشم دی اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔ صدر کی کچھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ دارا بھی کمری گھینٹ کر عمران ہی کی میز کے قریب بیٹھ گیا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ ”عمران صاحب.... آج اچانک اس کرم فرمائی کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔“

”مہمانی اور ہر سے گزر رہے تھے۔ بھوک لگی اور یہاں آ بیٹھے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہاں کا ماحول مچھلی بازار سے مختلف نہیں ہے۔“

”آپ سیدھے دفتر میں تشریف لائے ہوتے۔ وہاں آپ کے لئے انعام ہو جاتا۔ یہ شاعر اور ادیب لوگ ہیں کسی قسم کی بھی پابندی برداشت نہیں کر سکتے۔“

”مجھے کیا معلوم تھا کہ آپ مجھے جانتے ہیں۔“ عمران بولا۔ ”ورنہ سید صاحب آپ کے پاس آتا۔“

”مگر عمران صاحب.... شاطر کینہ توڑ آدی ہے۔ باہر نکل کر آپ سے لڑے گا ضرور۔“

خیر یہ کہتا ہے کہ وہ شاعر ہی نہیں پہلوان بھی ہے۔ ”دارا آگے جھک کر آہستہ سے بولا۔

”خوب.... یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ آج ایک پہلوان کا تجربہ بھی ہو جائے گا۔“ عمران خوش ہو کر بولا۔

”لیکن سڑک پر تو اچھا نہیں لگے گا۔ ہو سکتا ہے معاملہ قابل دست اندازی پولیس نہ بن جائے۔“

”سڑک پر تو یہی ہو گا۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”تو پھر.... کیا کیا جائے۔“ دارا نے پر تشویش لہجے میں کہا۔ ”سب تو وہ آپ کا بیچھا نہیں چھوڑے گا۔“

”سب پھر جو کچھ بھی ہو.... سڑک پر ہی سہی۔“

”نہیں.... میں اسے مناسب نہیں سمجھتا۔ کیوں نہ میں اوپری منزل کے ہال میں انتظام کر دوں۔“

صدر اپنی گردن سہلانے لگا اور عمران جلدی سے بولا۔ ”لیکن اگر وہ اس پر رضامند نہ ہوا تو؟“

”پولیس کے ہاتھوں ذلیل ہونا تو وہ بھی پسند نہ کرے گا۔“ دارا نے آہستہ سے کہا۔ ”خیر میں اس سے گفتگو کر کے دیکھتا ہوں۔“

دارا آگے میز سے اٹھ کر شاطر کی میز کے قریب جا بیٹھا اور آہستہ آہستہ اس سے گفتگو کرنے لگا۔

”یہ آپ نے کیا شروع کر دیا۔“ صدر آہستہ سے بڑبڑایا۔

”میں نے شروع کر دیا ہے۔ یا اس نے شروع کیا ہے۔“ عمران نے کسی پڑ پڑی عورت کے سے انداز میں ہاتھ چپا کر کہا۔

”خیر اس سے فائدہ کیا ہو گا۔ کیا آپ اسی لئے یہاں آئے تھے۔“

”دنیا میں سب کچھ بندھے کے اصولوں کے تحت نہیں ہوتا۔ کبھی ناگزیر تبدیلیاں بھی واقع ہو جاتی ہیں۔“

”یعنی آپ کچھ ناچ اس سے کشتی لڑیں گے۔“

”خود میں نے کچھ نہیں کیا....؟“

”کمال ہے.... امیری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں....؟“

”متم کشتی دیکھنا....؟“

اس نے میں دارا پھر ان کے قریب آ بیٹھا اور رازدارانہ لہجے میں بولا۔ ”وہ اس پر آمادہ ہو گیا ہے۔“

دارا میں اندر پکے ہال سے فریچر ہوائے جا رہا ہوں۔“

”بالکل.... بالکل....؟“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”آپ قطعی فکر نہ کیجئے گا میں ریفری کے فرائض انجام دوں گا۔ فائل کی قطعی اجازت نہ ملے گی۔“

”آپ قطعی یہ بتائیے کہ آپ دینی کشتی لڑیں گے یا فزری اسلحہ....؟“

”وہ جس طرح بھی لڑنا چاہے۔ مجھے منظور ہو گا۔“

”وہ تو فری اسٹائل کے لئے کہہ رہا ہے۔“

”ٹھیک ہے..... میں اس سے متفق ہوں۔“

”بہت اچھا..... میں تھوڑی دیر بعد آپ دونوں کو اوپر لے چلوں گا۔“

”تمنا شیخوں کے بغیر کشتی کا کیا مزہ.....“ عمران پیراری سے بولا۔

”ہلر ہو جانے گا اور میں اسے پسند نہیں کروں گا۔“ دارا نے کہا۔

”اچھا تو صرف اس کے ساتھی اور میرا ساتھی.....“

”ہاں..... اس حد تک ممکن ہے.....“ دارا اٹھتا ہوا بولا۔

”اب اس میز کی طرف ہرگز نہ دیکھا.....“ عمران آہستہ سے بولا اور اس طرح ہنسنے لگا جیسے

صفر کی کسی بات پر ہنسا ہو۔

دفترا شاطر کی میز سے اس کا ایک ساتھی اٹھا اور ان کی میز کے قریب آکر بولا۔ ”میا میں یہاں

بیٹھ سکتا ہوں۔“

”ضرور.....“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”شوق سے.....“

”کشتی تو طے پاگئی ہے جناب..... لیکن ہم لوگ ایک دوسرے سے واقف نہیں ہیں۔ اس

لے کشتی سے قبل تعارف ہو جانے تو بہتر ہے۔ میرے ساتھی نواب شاطر کہلاتے ہیں۔“

اور میرے ساتھی..... صفر جلدی سے بولا۔ ”ہر میٹھی علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی

(آکسن) ہیں۔“

”خیر..... خیر..... لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ نواب صاحب نہ صرف شاعر بلکہ ایک مجھے

ہوئے پہلوان بھی ہیں اب بھی مصالحت کی صورت نکل سکتی ہے۔ اگر آپ کے ساتھی نواب

صاحب سے معافی مانگ لیں تو بات ختم ہو سکتی ہے۔“

”ان سے کہیے کہ وہ خود ہم سے معافی مانگیں۔“ عمران گڑ کر بولا۔ ”ورنہ ہم ان پر عرصہ

حیات تک کر دیں گے۔ کیونکہ ہم تیری نظم کے ماہر ہیں۔“

”بات بڑھ جانے سے کیا فائدہ.....“ شاطر کا ساتھی بولا۔

”بات بڑھ چکی ہے۔“ عمران بولا۔ ”مسٹر دارا اور ہاں میں انتظام کرنے گئے ہیں۔ اب ایسے

میں اگر ہم پیچھے ہٹ گئے تو نہیں ختم ہوا سی ہوگی۔“

”تو آپ نہیں مانتیں گے۔“

”ہرگز نہیں..... سوال ہی نہیں پیدا ہوتا..... اب تو ہر حال میں کشتی ہوگی۔“

”آپ کچھ تائیں گے۔“

”وہ تمہارا ذاتی مسئلہ ہو گا۔“ عمران لا پرواہی سے بولا..... اور نواب شاطر کا ساتھی اٹھ کر اپنی

میز پر چلا گیا۔ صفر سوچ رہا تھا کہ عمران کو اس کی بات مان لینی چاہیے تھی۔ آخر اس ہلر بازی کا کیا

مصرف۔ وہ یہاں اس لئے تو آئے نہیں تھے۔ پھر اگر دارا سے کشتی کی ٹھہرتی تو بات بھی تھی۔ کم

از کم یہی اندازہ ہو جاتا کہ جن لوگوں سے ٹکراؤ ہوا ہے وہ کتنے پانی میں ہیں۔

قریباً آٹھ گھنٹے بعد دارا نے آکر اطلاع دی کہ ہال خالی ہو چکا ہے۔ ساتھ ہی اس نے کہا۔

”فرض پر ڈالنے کے لئے گدوں کی فراہمی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے آپ لوگ خود ہی اپنی ہڈیوں کی

حفاظت کیجئے گا۔“

”آپ اسکی فکر نہ کیجئے..... نوٹ پھوٹ کی ذمہ داری آپ پر نہ ہوگی۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔

پھر دارا نے شاطر کی میز پر جا کر شائد یہی اطلاع دی تھی اور شاطر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے

دونوں ساتھی بھی اٹھے تھے۔ عمران نے کاؤنٹر پر کافی کی قیمت ادا کی اور وہ سب اوپر جانے کے لئے

زیبے طے کرنے لگے اور دارا نے کہا۔

”نواب صاحب شائد آپ کو نہ معلوم ہو کہ مسٹر علی عمران ایٹلی جنس پیوریو کے ڈائریکٹر

جنرل مسٹر رحمان کے صاحب زادے ہیں۔“

”اسی لئے اس قدر اٹکر رہے ہیں۔“ شاطر بولا۔

”ان کے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہونے پاتا کہ میں کیا کرتا پھرتا ہوں۔“ عمران نے

لا پرواہی سے کہا۔

”مسٹر دارا..... آپ نے مجھے مطلع کر دیا ہے۔“ شاطر بولا۔ ”لیکن میں ذرا برا بھی رعایت

نہیں کروں گا۔ خواہ یہ صدر مملکت ہی کے صاحب زادے کیوں نہ ہوں۔“

”فری اسٹائل کے بھی کچھ اصول ہیں۔“ عمران نے کہا۔ ”جن ضربات اگر فتوں کو مستحق کرنا۔“

جاتے ہو ان کے بارے میں ابھی سے بتا دو.....“

شاطر رک کر عمران کو گھورنے لگا۔ وہ ہال میں پہنچ چکے تھے۔ آخر وہ برا سا منہ بنا کر بولا۔



”سب کچھ چلے گا۔ سنی کا تو نام ہی مت لو.....!“

”مسٹر دارانوث کچھنے۔“ عمران نے کہا۔ ”آپ ریفری کے فرائض انجام دیں گے۔“

”میں نواب صاحب کے مافی الضمیر سے آگاہ ہو گیا۔“ دارا سر ہلا کر بولا۔ ”آپ بتائیے کہ

آپ کیا چاہتے ہیں۔“

”بس میں یہ چاہتا ہوں کہ کسی قسم کی ٹوٹ پھوٹ کی ذمہ داری مجھ پر عائد نہ ہو۔ میں ذاتی

طور پر لکھ کر دے سکتا ہوں کہ میری ٹوٹ پھوٹ کی ذمہ داری شاطر صاحب پر نہیں ہوگی۔“

”آپ دونوں ہی اس طرح کی تحریر دے دیں تو بہتر ہو گا تاکہ میں بھی بری الذمہ ہو سکوں۔“

دونوں نے اپنی اپنی تحریر دارا کے حوالے کی تھی اور لڑا کے مرغوں کی طرح ایک دوسرے

کے مقابل ہو گئے تھے۔

”مٹھیے۔“ دارا ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”یہ بھی بتا دیجئے کہ فیصلہ پولیس پر ہو گا یا ناک آؤٹ پر

اور کتنے راولڈز کی کشتی ہوگی۔ تیسری بات یہ کہ بال پکڑنا اور ناف کے نیچے گھونسنہ مارنا یا پھر سے

ضرب لگانا فاول قرار پائے گا۔“

”مسل کشی ہوگی۔“ نواب شاطر نے گرج کر کہا۔ ”اور بہ جیت کا فیصلہ ناک آؤٹ پر ہو گا۔

راؤلڈز نہیں ہوں گے۔“

”مجھے منظور ہے۔“ عمران مسکرا کر بولا۔

”ہم جوتے اور کوٹ اتار دیں گے۔“ نواب شاطر نے کہا۔

”ضرور..... ضرور۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔

دونوں نے جوتے اور کوٹ اتار دیئے اور پھر ایک دوسرے کے مقابل آئے۔ دارا نے سین

بجائی اور دونوں ایک دوسرے کے نیچے پکڑنے کے لئے گھما لگنے لگے۔

صغور کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس فضول حرکت کا انجام کیا ہو گا۔ کیا یہ محض عمران کی سنگ

تھی؟ کیا کوئی با مقصد قدم تھا.....؟

دفنا عمران کے نیچے شاطر کی گرفت میں آ گئے۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس نے چھلانگ

لگائی کہ شاطر کے اوپر سے گذرنا دوسری طرف نکل گیا اور اس کے نیچے شاطر کی گرفت سے

آزاد ہو گئے۔ پھر شاطر کے سنبھلنے سے پہلے ہی اس کی فدا نکل کلک شاطر کے شانوں پر پڑی اور

منہ کے بل فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ شاطر کے ساتھیوں کے چہرے دھواں ہو کر رہ گئے تھے۔ شاطر

بڑی تیزی سے اٹھا اور عمران پر جھپٹ پڑا اس بار عمران نے جھکا کر دے کر اسے اپنی پشت پر لیا اور

پھر اس طرح اچھال پھینکا جیسے وہ محض ایک کھلونا تھا۔

دفنا شاطر کا ایک ساتھی زور سے بولا۔ ”یہ کشتی نہیں ہے۔“

”پلیز خاموش رہئے۔“ دارا نے کہا ”اس قسم کے فیصلے صرف میں کر سکتا ہوں آپ نہیں۔“

اس بار عمران کی کشتی شاطر کی گرفت میں آ گئی تھی اور وہ اسے فرش سے اکھاڑ کر ڈنگ دینے کی

کوشش کر رہا تھا۔ دفنا عمران نے خود ہی قلابازی کھائی اور اسے بھی اپنے ساتھ ہی فرش پر لیتا چلا گیا

اور بڑی پھرتی سے آرم لاک لگا دیا اور آہستہ سے بولا۔ ”ہمارا نواب صاحب درنہ اس پر کوئی اور

دلاؤ لگانے کی کوشش کر دے تو شانہ اتر جائے گا۔“

شاطر نے جواب میں ایک گندمی سی گال دی اور آرم لاک سے نجات پانے کے لئے زور لگانے

لگا۔ لیکن پھر چونکا اس کے حلق سے کربہ سی آواز نکلنے لگی اور وہ ایک دم ڈھیلا پڑ گیا۔ عمران کے قول

کے مطابق ہاتھ شانہ سے اکڑ گیا تھا۔ عمران اُسے چھوڑ کر ہٹ گیا اور وہ دوسرے ہاتھ سے شانہ

رہائے فرش پر لوٹا رہا۔

دارا گتے گتے لگا لیکن وہ گتے پوری ہو جانے کے بعد بھی نہ اٹھ سکا۔

عمران نے شاطر کے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”شانہ اتر گیا ہے اسے بٹھانے کی فکر کیجئے۔“

اس کے دونوں ساتھی دارا کے سر ہو گئے کہ اسی نے بہت بڑھا کر ان دونوں کی کشتی کرادی تھی

اور وہ جانتا تھا کہ نواب صاحب کا مقابل ایک پیشہ ور پہلوان ہے۔

”مسٹر عمران..... اور پیشہ ور پہلوان.....؟“ دارا مضطرب اڑانے والے انداز میں بولا۔ ”انہیں

کچن چیز کی ہے کہ یہ پیشہ ور پہلوان ہیں جائیں گے۔ نواب صاحب ہی کی طرح شوقی پہلوان

ہیں۔ آپ دونوں براہ کرم یہیں رک کر نواب صاحب کی دیکھ بھال کیجئے میں ہاتھ بٹھانے والے کو

دلاتا ہوں۔ آئیے مسٹر عمران.....!“

وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ عمران اتنی دیر میں جوتے اور کوٹ پہن چکا تھا اس نے مرکز

شاطر کی طرف دیکھا وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

زینے طے کرتے وقت دارا بولا۔ ”مسٹر عمران میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ آپ اتنی اچھی

اور بے داع شعی لڑھکتے ہیں۔ ذرا دیر کو میرے آفس میں تشریف لائیے۔“

”ضرور۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”فوری اسٹائل کشتی اور باکسنگ تو میری باہر میں سے ہیں۔“

”وہ دونوں دارا کے دفتر میں بیٹھے اور دارا انہیں بیٹھنے کا اشارہ کر کے فون پر کسی سے گفتگو کرنے لگا۔“

”قیوم کو ہڈی بٹھانے کے ساتھ فوراً کافی ہائز بھیج دو۔ دماغ نہیں ہونی چاہیے۔“

”پھر ریسپورڈر کھ کر گھنٹی بجائی۔ ایک دیر دروازہ کھول کر اندر آیا۔“

”مافی لاؤ۔۔۔۔۔۔“ دارا نے اس سے کہا اور اس کے چلے جانے کے بعد عمران سے بولا۔ ”مسٹر

عمران میرا ایک چھوٹا سا جمیریم بھی ہے۔ وہاں میں اپنے اٹھیلیٹس کو تربیت دیتا ہوں۔ اگر آپ کو

فرصت ہو تو کبھی کبھی تشریف لایا کیجئے۔ مجھے بے حد خوش ہوگی اگر آپ میرے لڑکوں کو کوچ کر دیا

کریں۔ اس کے عوض میں ہر خدمت کے لئے تیار ہوں گا۔“

”ضرور۔“ عمران کو فرصت ہی فرصت ہوتی ہے۔ آپ مجھے جمیریم کا پتہ دے دیجئے۔“

”بہت بہت شکریہ عمران صاحب۔۔۔۔۔۔“ دارا خوش ہو کر بولا۔ ”میری خوش قسمتی تھی کہ آن

آپ اصر تشریف لے آئے۔ نواب شاطر کا ناناں بھی کم ہو جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ اب اصر کارن

کرنا ہی چھوڑ دے۔“

”خود بخود غدا ہی مذاق میں بات بڑھ گئی۔ مجھے افسوس ہے۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”آپ افسوس کر رہے ہیں۔ مجھے خوشی ہوئی ہے۔“ دارا نے کہا۔ ”آئے دن کسی نہ کسی سے

اجتہاد ہوتا تھا۔ بارہ سوئیں اور ذی حشیت آدمی ہے۔ اس کے کچھ کہا بھی نہیں جاسکتا تھا۔ بات بات پر تو

وہ گورنر کا حوالہ دیتا ہے۔“

”عمران کچھ نہ بولا۔ اتنے میں دیر کافی لے آیا۔“

ادھر صفدر مسلسل سوچے جا رہا تھا آخر بات کیا ہوئی۔ آئے تھے دارا کے بارے میں چھان بین

کرنے اور ایک غیر متعلق آدمی سے کشتی لڑوا کر واپس جا رہے ہیں۔

عمران نے دارا سے جمیریم کا پتہ لے لیا اور کافی پی کر اٹھتا ہوا بولا۔ ”اچھا اب اجازت دیجئے

مسٹر دارا۔ میرا خیال ہے کہ شاید ابھی آپ کو نواب صاحب سے بھی اجتہاد پڑے۔ ان کے ساتھ

آپ پر بھی کچھ الزامات عائد کر رہے تھے۔“

”جھک اڑتے رہیں۔ آپ بے فکر نہ رہیں۔ ان سے نیٹ لوں گا۔“ اس نے دونوں سے مصافحہ

اور دفتر کے دروازے تک ساتھ آیا۔



سلیمان گلرخ کے خلاف دل کے پھپھو لے پھوڑا رہا تھا۔ مخاطب جوزف تھا اور گلرخ بھی دور

بیٹھی کن رہی تھی۔ اپنے کان نہیں بند کر لئے تھے۔

سلیمان کہہ رہا تھا۔ ”بھلا کس کی بدولت ادھر ادھر ہاٹھ مارنے پڑتے ہیں۔ بھیک تک پر گنہگار

کرنا پڑتا ہے۔ بول بتاتا کیوں نہیں ہے کہ کس کی بدولت۔۔۔۔۔۔“

”میں کیا بولے بھائی۔“ جوزف نے دانت نکال دیئے۔

”تو ہی تو سب سے برا دروازہ ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ شادی سے پہلے میری تحویل میں ہزاروں

روپے ہوا کرتے تھے اور صاحب نے کبھی پلٹ کر حساب نہیں پوچھا۔“

”ہاں میں جانتا۔۔۔۔۔۔“ جوزف سر ہلا کر بولا۔

”اور شادی کے بعد سے وہ گھر کا خرچ اس کے ہاتھ میں دینے لگے۔ یہی نہیں بلکہ میری تنخواہ

بھی اسی کے ہاتھ میں دیتے ہیں۔“

اشارہ گلرخ کی طرف تھا۔ وہ کچھ بولی نہیں بدستور منہ پھلائے بیٹھی رہی۔

جوزف نے سلیمان کو اس قضیے کو ختم کرنے کا اشارہ کیا لیکن بدستور بکواس کرنا نہ۔ ”مٹی تو

خون مجھے بھیک لگتی پڑیگی۔ چنانچہ کون سی منحوس گھڑی تھی جب میرے سر میں شادی کا سودا لپٹا تھا۔“

گلرخ سختی سے ہونٹ پر ہونٹ جمائے بیٹھی رہی۔ اگر عمران کی ہدایات پر عمل نہ کر رہی ہوتی تو

ایک بار پھر سلیمان کی شامت آ جاتی۔

سلیمان کی بکواس جاری ہی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی۔ جوزف نے ریسپورڈر اٹھایا۔

دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”کون ہے۔“

”جوزف۔۔۔۔۔۔“ اس نے آواز پہچاننے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”کیا مسٹر عمران موجود ہیں۔“

”آپ کون ہیں۔“ جوزف نے انگلیش میں پوچھا۔

لیکن اس کی بات کا جواب دینے بغیر کہا گیا۔ ”مسٹر عمران کو فون پر ملاؤ۔۔۔۔۔۔“

”ہاں اس وقت گھر پر موجود نہیں ہیں۔“



”میرے لئے پرانی اطلاع ہے۔“

”کیا مطلب.....؟“

”بامطرح شد کسٹرا ٹیلی جنس سے متعلق تھا۔“

”تم پہلے ہی سے جانتے تھے۔“

”میں بعد میں معلوم ہوا تھا۔“

”تم آخر اس کے پیچھے کیوں تھے اور جوزف بھی اسی اڈے کو کیوں استعمال کرتا رہا تھا۔“

”شاکد تم نے پھر قہوڑی ہی لگا س کھالی ہے۔“

”عمران معاملہ سیریس ہو گیا ہے۔ اس لئے سیدھی راہ پر آجائے تم نے ہوئی سائینڈ والوں کو

کام کال کی تھی۔“

”کیا ثبوت ہے تمہارے پاس۔“

”تم نے مجھے بھی اطلاع کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہوئی سائینڈ والوں سے رابطہ رکھوں۔“

”یہ بھی سراسر بہتان ہے۔“

”تمہاری کال ریکارڈ ہو گئی تھی۔“

”اچھی بات ہے تو تمہیں یہ بھی ثابت کرنا پڑے گا وہ میری ہی آواز ہے۔“

”سنو.....؟“ کیپٹن فیاض نے بے حد سرد لہجے میں کہا۔ ”مقتول کی اصلیت معلوم ہو جانے

کے بعد کیس ہمارے پاس آگیا ہے۔“

”بڑی خوشی ہوئی۔“

”اچھی بات ہے تو اب تفتیش کا آغاز جوزف کی گرفتاری سے ہو گا۔“

”اسے ہاتھ لگا کر دیکھو..... کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ ہو گے۔“

”تم مجھے دھمکی دے رہے ہو۔“

”بے وجہ نہیں دے رہا۔“

”بہتر اسی میں ہے کہ سیدھے میرے پاس چلے آؤ.....“

عمران نے ریسپورڈ کر ٹیل پر رکھ دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں کچ فح فیاض جوزف کو پریشان نہ

کرے۔ لہذا وہ رانا بیٹلس سے فلیٹ کی طرف چل پڑا۔

سے اطلاع کی آواز سن کر خود بھی ریسپورڈ کر ٹیل پر رکھ دیا۔

”اس بار کون تھا.....؟“ لگرنگ نے پوچھا۔

”کیپٹن فیاض۔“

”کیا کہہ رہا تھا۔“

”ہاس کو پوچھا.....؟“ جوزف نے کہا اور ریسپورڈ کر ٹیل سے اٹھا کر رانا بیٹلس کے نمبر ڈائل

کرنے لگا۔

دوسری طرف سے بلیک زبرد کی آواز آئی جسے جوزف ”ظاہر صاحب“ کی حیثیت سے جانتا تھا۔

”میں جوزف ہوں۔“ اس نے نا اچھے نہیں میں کہہ۔ ”اگر ہاس موجود ہوں تو انہیں بلائیں۔“

”ہو لڈ آؤ.....؟“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”تھوڑی دیر بعد عمران کی آواز آئی۔“ کیا بات ہے۔“

”ہاس کوئی..... بدتمیز بدمذہب فون پر یہود بابتیں کر رہا ہے اور تمہارے لئے دھمکیاں بھی سناتا ہے۔“

”فکر نہ کرو..... سنو اور ریسپورڈ کر دو۔“

”ہو ہاس کیپٹن فیاض کی کال آئی تھی مجھے کہہ تھا کہ تمہیں مطلع کروں کہ اُسے فوراً لگ کر دو۔“

”ٹھیک ہے۔“

”مگر ہاس..... دھمکی والی کال نے مجھے تشویش ہو گئی ہے۔“

”اچھا تو ایک نمبر نوٹ کر دو۔ دھمکی والی کال آئے تو کال کرنے والے سے کہہ دیجو کہ میں اس

نمبر پر مل سکتا ہوں۔“

اس نے نمبر بتائے اور جوزف انہیں نوٹ ہی کر رہا تھا کہ دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہونے

کی آواز آئی۔ جوزف نے طویل سانس لے کر ریسپورڈ کر ٹیل پر رکھ دیا۔



عمران نے کیپٹن فیاض کے نمبر ڈائل کئے۔ دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا۔ جواب کیا

ملا بلکہ سوال پڑ دیا گیا۔ ”تم کہاں ہو.....؟“

”تمہیں اس سے کیا سروکار..... میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے کیوں فون کیا تھا مجھے۔“

”مقتول حقیقتاً بھکاری نہیں تھا۔“ فیاض نے اطلاع دی۔

فلپ کے قریب پہنچ کر گاڑی روکی ہی تھی کہ دو قوی پہنچ آوی سرک کے دوسرے کنارے سے اس کی گاڑی کی طرف بڑھے۔

عمران کی نظر ان پر پڑی تھی.... اور وہ انہیں نکلیوں سے دیکھتا ہوا گاڑی سے اتر اٹھا۔ دونوں اس کے قریب پہنچ کر بیک حملہ آور ہوئے۔ عمران ہوشیار تھا پھر قریب سے ایک جانب بٹا اور وہ دونوں گاڑی سے نکل کر رہ گئے۔ پھر وہ انہیں اتنی مہلت کب دے سکتا تھا کہ وہ دوبارہ فلپ کے اس پر حملہ کر سکتے۔

ایک کی گردن پر کرانے کا ہاتھ پڑا تھا اور دوسرے کی بائیں کتلی پر بیاں ہاتھ۔

دونوں تھوڑے وقتوں میں سار جٹ نعمانی اور لطیف صدیقی بھی وہاں پہنچ گئے۔ عمران کو نواب شاکر کے آدمیوں کی طرف سے غنڈہ گردی کا خدشہ تھا۔ اس لئے اس نے فلپ کی نگرانی پر ان دونوں کو مامور کیا تھا۔ وہ دونوں بے حس و حرکت ہو گئے تھے۔ ”دونوں کے ہتھکڑیاں لگا کر سائیکو مشین لے جاؤ۔“ عمران نے نعمانی سے کہا۔ پھر اٹھا ہونے لگی تھی۔ ڈیوٹی کا نشیل بھی دواڑا آیا تھا۔ لیکن جب اس نے بے ہوش آدمیوں کے ہتھکڑیاں لگتی دیکھیں تو مجھے کو ہٹانے لگا۔ اوپر سے جوزف اور سلیمان بھی آگئے تھے۔

”سبک.... کیا ہو باس....“ جوزف نے عمران کے قریب پہنچ کر پوچھا۔

”وہ جو ہتھکڑیاں دیتا ہاتھ فون پر.... اسی کے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔“

نعمانی اور صدیقی نے بے ہوش قیدیوں کو دین میں ڈالا اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔

عمران کے پڑوسیوں نے استفہار حال کیا تھا۔ جواب میں اس نے کہا۔ ”بہت ہی اعلیٰ پانے کے گرہ کٹ تھے۔ بہت دور سے پیچھے لگے چلے آئے تھے۔ میں نے راستے میں رک کر سی آئی ڈی والوں کو فون کر دیا۔“

”گاڑی پر تھے.... کسی نے پوچھا۔

”اسی جا پر تو انہیں اعلیٰ قسم کا گرہ کٹ کہہ رہا ہوں۔“

بات ختم ہو گئی اور وہ فلپ میں پہنچا تھا اور سلیمان کو گھوڑہ رکھا کر بولا۔ ”دیکھ تو نے یہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔“

”یعنی اس بھکاری کے قتل کے سلسلے کی....؟“

”ہو سکتا ہے....؟“ عمران سر ہلا کر بولا اور کچھ سوچے گا۔

”لیکن آپ تو کہہ رہے تھے کہ دھمکی دینے والا....؟“ سلیمان کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

”تو کیا جانتے....؟“

جوزف نے بتایا تھا۔

”ابھی تک جوزف سے تیرے تعلقات خراب نہیں ہوئے۔“

”بس ذرا سی غلطی ہو گئی تھی۔ اگر آپ کے میک اپ کے سامان والی الماری کی کئی بھی مل

کی ہوئی تو کیلیں فیاض کے والد صاحب بھی جوزف کو نہ پہچان سکتے۔“

”اوہ.... تو ابھی حسرت ہے دل میں۔“

”آپ خود سوچئے.... چار گھنٹے میں اڑھائی تین سو روپے کیا بڑے تھے اور اب تو میں خود بھی ٹھیک مانگا کر دوں گا۔ تاکہ یہ آفت واقعی مجھے چھوڑ کر چلی جائے۔“

اشارہ گلشن کی طرف تھا۔ عمران ہنس کر بولا۔ ”اس کا تو خیال ہے کہ وہ بیوگی کا تجربہ بھی کرے گی۔ چھوڑ کر جانا ہوتا تو بہتر سے مواقع آتے تھے۔“

”تو پھر کسی دن گردن مروڑ کر خود مر ڈاؤ ہو جاؤں گا۔“

”بھلاؤ....؟“ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

”نہیں باس خدا کیلئے۔“ جوزف گڑ گڑایا۔ ”یہ دونوں لڑتے ہیں تو مجھے سے نہیں دیکھا جاتا۔“

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ خود اسی نے ریسور اٹھایا تھا دوسری طرف سے

مدد کی آواز آئی۔ ”قیدی سائیکو مشین پہنچ گئے ہیں۔ انہیں ہوش بھی آگیا ہے اور وہ طرح طرح

کی ہتھکڑیاں دے رہے ہیں۔“

”تم نے کیا معلوم کیا....؟“ کسی سے تعلق رکھتے ہیں۔“ عمران نے پوچھا۔

”کچھ اگلے پر تیار نہیں۔ کچھ دے ہیں کہ شاید سی آئی ڈی والوں کے ہاتھ لگ گئے ہیں۔“

”فکر نہ کرو.... میں خود آ رہا ہوں۔“ ریسور کریڈل پر رکھ کر جوزف کی طرف مڑا اور بولا۔ ”ایک

دراستہ اچھی طرح ذہن نشین کر لے۔ کیلیں فیاض تھیں سے کچھ اگلا لینے میں کامیاب نہ ہونے پائے۔“

”فکر نہ کرو باس....“ قرڈر کی بھی میرا کچھ نہیں گاڑ سکتی اور میں کیلیں فیاض سے برابری

کے لیول پر بات کر دوں گا۔ وہ مجھے سمجھے کیا ہیں۔“

”تمہیں تو..... عقلی نہیں..... ہم تو جناب آپ سے کسی کا پتہ چھنا چاہتے تھے۔“

”کس کا پتہ پوچھنا چاہتے تھے۔“

”شریف الدین پٹھان کا..... اُسی علاقے میں کہیں رہتے ہیں۔“

”ہمدی تھرڈ ڈگری بے حد خطرناک اور خوفناک ہوتی ہے۔“ عمران نے کہا۔

گفتگو کرنے والا تھوک نکل کر گرہ گیا۔

”تم بچ بولنے کی کوشش کرو.....“ عمران نے دوسرے کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

”یہ گوٹھا ہے۔“ دوسرا جلدی سے بولا۔

”عجب پھر اسے تمہارے پاس نہیں رہنا چاہیے۔“ عمران نے کہہ کر گھٹکی بجائی اور دوسرا آگے اندر آئے۔

عمران نے دوسرے قیدی کی طرف اشارہ کر کے ”سب آدھیوں سے کہا۔“ اسے نمبر تین میں

لے جاؤ۔“

”یہ گوٹھا ہے..... اکیلا نہیں رہ سکے گا۔“ دوسرے نے کسی قدر سراسیمہ ہو کر کہا۔ لیکن عمران

اس کی طرف توجہ دینے بغیر باہر نکل آیا۔ تھوڑا وقت اور دوسرا گذر کر وہ حوالات نمبر تین کی

طرف چل پڑا۔

اسے یقین تھا کہ دوسرا آدی گوٹھا نہیں ہے۔ حوالات نمبر تین میں اسے اسی لئے بھجویا تھا کہ

اسے شہادت سرکٹ ٹی وی پر تھرڈ ڈگری کے مناظر دکھائے جائیں۔

یہاں بھی سلاخوں دار پارٹیشن تھا اور ایک جانب شہادت سرکٹ ٹی وی بھی رکھا ہوا تھا۔ عمران

نے قیدی کو ٹی وی کی طرف اس طرح متوجہ کیا جیسے کچ آئے گوٹھا ہی سمجھتا ہو اور پھر ٹی وی کا سوچ

اُن کر کے اسکا سلسلہ اُس کرے سے ملا دیا جس میں بہت بڑے بڑے گوشت خورد چرے تھے۔ قیدی

نے تھمیرنا انداز میں کلکیں جھپکائیں اور پھر اُس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات نظر آئے۔

عمران بے آواز بلند کہہ رہا تھا۔ ”تمہیں اس لئے یہاں لایا ہوں کہ تم بولنا شروع کرو۔ یہ

کروا ہی عمارت میں واقع ہے۔ اگر تم یہاں نہ بول کے تو اس کمرے میں پہنچ کر یقیناً بولنا شروع

کرو گے۔ ویسے ابھی تمہارے چہرے پر کسی قدر سچائی کا نور باقی ہے۔ تمہیں جس کام میں الجھایا گیا

ہے تمہیں پسند نہیں ہے لیکن تمہاری اپنی بھی کچھ مجبوریاں ہیں۔ اگر تم سرکاری گواہ بن جاؤ تو

تمہیں سزا سے بھی بچایا جاسکتا ہے۔ دیکھو ان بھوکے چہروں پر بھوک کا کس قدر غلبہ ہے کہ یہ

”تھک ہے۔“ عمران نے کہا اور سلیمان سے بولا۔ ”تم دونوں تو اس کے اس خیال کو ٹہنی میں

اڑا دینے کی کوشش کرو۔“

”اور نہیں تو کیا بیٹھ کر کیپٹن فیاض کی پوجا کرو گے۔ مجھے وہ دن یاد ہے جب وہ پالتو کتے کی طرح

آپ کے پیچھے پھر آکر تھا۔“

گل رخ کو الگ لے جا کر عمران اس سے بولا۔ ”اگر کیپٹن فیاض ذرا سی بھی بد تمیزی کا لہجہ اختیار

کرے تو فوراً ڈیڑی کو فون کرو جانا۔“

”جی بہت اچھا.....“ گل رخ نے کہا۔

بہر حال عمران انہیں پکا کر کے سائیکو میسٹن کی طرف روانہ ہو گیا۔

یہاں سب سے پہلے صفدر ہی سے ملاقات ہوئی اور اس نے اطلاع دی کہ ”وہ دونوں تو ایسے

اونچے لمبے میں گفتگو کر رہے ہیں جیسے گورنر کے آدمی ہوں۔“

”نہیں کہاں رکھا ہے۔“

”حوالات نمبر چار میں.....“

”میں دیکھتا ہوں.....“ عمران نے کہا اور سائیکو میسٹن کی حوالات کی طرف چل پڑا۔

یہ ایک بڑا کمرہ تھا جس کے درمیان سلاخوں دار پارٹیشن تھا۔ سلاخوں کی دوسری طرف دی

دونوں حملہ آور کھڑے نظر آئے۔

عمران پر نظر پڑتے ہی دونوں چونک پڑے تھے لیکن خاموش کھڑے اسے اس طرح دیکھتے رہے

جیسے آنکھوں پھر یقین نہ آ رہا ہو۔

”سب تم لوگ غالباً مجھ گئے کہ میں کون ہوں۔“ عمران نے کہا۔

”ہمیں آخر کیوں گرفتار کیا ہے۔“ ان میں سے ایک بولا۔

”یہ معلوم کرنے کے لئے کہ تیسرا آدمی کون تھا۔“

”سب..... کیا مطلب.....“

”پچھلی رات کی بات ہے..... اطلاع ملنے کے قریب والے جنگل یا ڈھیلے تم نے اس پر حملہ کیا تھا۔“

”ہم نہیں جانتے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔“

”مجھ پر کس کے حکم سے حملہ آور ہوئے۔“

آپس میں ایک دوسرے کو کانٹنے بھینٹنے لگے ہیں۔ اب اگر ایسے میں کوئی اور جاندار ان کے درمیان پہنچ جائے تو یہ اُسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔“

نی دی کا سوچ آف کر کے وہ پوری طرح قیدی کی طرف متوجہ ہو گیا اور بے حد نرم لہجے میں پوچھا۔ ”کیا واقعی تم کو نگے ہو؟“

”جی نہیں۔۔۔۔۔“ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”مجھے یقین تھا اسی لئے تمہیں اس سے الگ کیا تھا۔ اچھا تم ہی بتاؤ کہ کچھ رات تیرا کون تھا؟“

”جواد۔۔۔۔۔“

”خیر کس نے مارا تھا۔۔۔۔۔؟“

”جواد ہی نے۔“

”مجھ پر کس نے حملہ کر لیا تھا۔۔۔۔۔؟“

”جواد ہی نے۔“

”تمہیں معاوضہ کس سے ملا ہے۔۔۔۔۔؟“

”جواد ہی سے۔۔۔۔۔“

”جواد کہاں لے گا۔۔۔۔۔؟“

”ہم نہیں جانتے کہ وہ کہاں رہتا ہے۔ وہ خود ہی ہم سے ملا ہے۔ کام لیتا ہے اور معاوضہ ادا کر دیتا ہے۔“

”لیکن کل رات وہ خود بھی تمہارا شریک کار تھا۔۔۔۔۔؟“

”جی ہاں۔۔۔۔۔“

”اس کا حلیہ بتاؤ۔۔۔۔۔؟“

”میرے ہی قد کے برابر ہے میرا جیسا جسم رکھتا ہے۔ ناک پر ایسا نشان ہے جیسے کبھی اسے کانے کی کوشش کی گئی ہو۔ بائیں بھون بالکل سفید ہو گئی ہے دائیں بالکل سیاہ ہے۔ ڈاڑھی موچیں موٹا ہے۔“

”وہ تم سے کس طرح رابطہ قائم کرتا ہے۔“

”فون پر جناب۔۔۔۔۔ میں کبھی کبھی فون پر اطلاع دیتا ہے کہ اس سے

کب اور کہاں ملتا ہے۔“

”زیادہ تر کہاں ملاقاتیں ہوتی ہیں۔“

”سلطان اسٹریٹ میں کیفے خیابان ہے۔ وہیں جاتا ہے زیادہ تر۔۔۔۔۔؟“

”تمہارا ساتھی کہاں کام کرتا ہے۔“

”اس نے مجھے اپنے بارے میں آج تک کچھ نہیں بتایا وہ نہ بتا سکتا ہے کہ میں کہاں کام کرتا ہوں۔“

”نام تو جانتے ہی ہو گے۔“

”جواد اُسے سا کر کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔“

”اور تمہارا کیا نام ہے۔“

”خضر عام۔۔۔۔۔ یقین کیجئے کہ میں ان لوگوں میں جھنس گیا ہوں۔ پہلے جواد مجھ سے صرف پیغام

رہائی کا لیم لیتا رہا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ کبھی مجھے قتل اور مار پیٹ میں بھی ملوث ہونا پڑے گا۔

اپ کی تصویر دی گئی تھی اور گھر کا پتہ بتایا گیا تھا۔“

”کیا مجھے بھی قتل ہی کر دیئے کو کہا گیا تھا۔“

”جی نہیں۔۔۔۔۔ بس اس حد تک کارروائی کو کہا گیا تھا کہ آپ کچھ دنوں کیلئے اسپتال پہنچ جائیں۔

اگر مجھے یہ معلوم ہو تاکہ آپ کا تعلق خفیہ پولیس سے ہے تو کم از کم میں ہرگز اس پکڑ میں نہ پڑتا۔“

”خیر فکر نہ کرو اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔۔۔۔۔ تم یہاں آرام سے رہو گے۔“

عمران حوالات نمبر تین سے نکل کر پھر حوالات نمبر چار کی طرف چل پڑا اس بار اس نے یہاں

کے قیدی کے چہرے پر ہوائیاں اڑتی دیکھیں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے خود اعتمادی رخصت ہو گئی ہو۔

عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔۔۔۔۔ اور وہ گریڈا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

”مجھے جواد کا پتہ چاہئے سا کر۔۔۔۔۔؟“

”م۔۔۔۔۔ میں نہیں جانتا۔۔۔۔۔؟“

”وہ فقیر تمہارے خیر سے ہلاک ہوا تھا۔ لہذا تم اپنی گردن نہیں پیچا سکو گے اور مقتول کوئی

مقتول آدمی نہیں تھا۔ اس کا تعلق بھی ایک سرکاری لشکر سے تھا اور اس نے کچھ بحر نموں کا پتا

کانے کے لئے فقیر کا ہرپ بھرا تھا۔“

”م۔۔۔۔۔ غلط ہے۔۔۔۔۔ میں نے نہیں۔۔۔۔۔ خیر جواد نے اُسے ہلاک کیا تھا۔ ہم نے تو اُسے

صرف گھیرا تھا۔“

”قتل کرنے کے بعد اس کی جامہ تلاشی تم نے کی تھی۔“

”نہیں تو..... وہ گرا تھا اور جواد ہی کے کہنے پر ہم وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔“

”جواد نے اس کی جیب سے کیا نکالا تھا۔“

”مجھے علم نہیں.....!“

”خیر بہر حال اگر تم سچ بھی کہہ رہے ہو تو تمہاری گردن اُسی صورت میں بچ سکے گی جب جواد

ہمارے ہاتھ لگ جائے۔“

”مم..... میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں لے گا۔“

”دیکھو..... ساگر..... جس طرح گونگ پول پڑا ہے اُسی طرح وہ ایک تحریر بی بیان بھی دے سکتا

ہے۔ جس کی رو سے سرکاری افسر تمہارے خچر سے ہلاک ہوا تھا۔“

”خچر کے دستے پر میری انگلیوں کے نشانات نہیں ملیں گے۔“

”ضرغام کے بیان کے مطابق تم ذرا ستانے پینے ہوئے تھے۔“

”یقیناً..... اُس وقت جواد نے دستا نے کہیں رکھے تھے۔“ ساگر جلدی سے بولا۔

”بہر حال..... ضرغام کے بیان پر تم کہیں کے کہیں پہنچ سکتے ہو۔“

ساگر تھوک نکل کر گرہ گیا۔ عمران اُسے بغور دیکھے جا رہا تھا۔ دفعتاً ساگر نے کہا۔ ”میں نہیں جانتا

کہ جواد کہاں رہتا ہے۔“

اور پھر جواد کے بارے میں اُس نے بھی بیان دیا جو ضرغام دے چکا تھا۔ عمران تھوڑی دیر

تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”تمہارا اصل پیشہ کیا ہے اور ان لوگوں سے تمہارا رابطہ کس طرح ہوا تھا۔“

”میں نیشنل انجینئرنگ ورکس میں فوٹو میں ہوں۔ ایک بار مجھ سے ایک بڑی غلطی سرزد ہوئی تھی

خدا شہ تھا کہ ملازمت ہی سے ہاتھ دھو بیٹھوں کہ ایک اجنبی کی ٹیلی فون کال آئی۔ جس نے مجھے تنقید

دی کہ ملازمت پر زوال نہیں آئے دیا جائے گا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا کہ میں اُس سے مل لوں۔ اُس

نے اپنی نشانی بتا کر کہا تھا کہ میں اس سے سلطان انٹریٹ کے کیفے خیابان میں مل سکتا ہوں۔“

”ہوں.....؟“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”اُس کے بعد بھی وہیں ملتا رہا ہے۔“

”جی ہاں..... جب بھی کوئی مہم درپیش ہوتی ہے وہیں طلب کرتا ہے۔ یا صرف ہمیں ہدایات

دے کر روانہ کر دیتا ہے۔ یا خود بھی ساتھ ہو لیتا ہے۔“

”اب تک کتنی مار پیٹ اور کتنے قتل ہو چکے ہیں تم دونوں کی مدد سے۔“

”یقیناً کچھ جناب عالی کہ یہ پہلا موقع تھا کہ اس قسم کے کسی کام میں ہمیں استعمال کیا گیا ہے۔ ورنہ

اُس سے پہلے تو ہم سال بھر بے ٹرک ایک جگہ سے دوسری جگہ اپنی گردن میں پھینکا کرتے تھے۔“

”کس قسم کا مال.....؟“

”ہمیں اس کا علم کبھی نہیں ہو سکا۔ بال بند بیٹیوں میں ہوتا ہے۔“

”ٹرک کہاں سے کہاں کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔“

”کسی ایک جگہ سے روانہ نہیں ہوتے..... شہر کے کسی بھی حصے سے روانہ ہو کر اندرون ملک

جاتے ہیں۔“

”کی کئی دن کا سفر ہوتا ہو گا۔“

”جی ہاں.....!“

”تو تمہیں اپنے کارخانے سے کس طرح چھٹی مل جاتی ہے۔“

”چھٹی کا انتظام بھی جواد ہی کرتا ہے۔“

”اندرون ملک کہاں کہاں ٹرک لے جاتے ہو۔“

”سیر ہائی وے کے چار سوئی میل تک ہم جاتے ہیں اور پھر وہاں سے کوئی دوسرا اپنی گردن میں

لوٹاں کو آگے لے جاتا ہے۔ اس لئے کم از کم ہم دونوں یہ نہ بتا سکیں گے کہ اُن ٹرکوں کی آخری

گردن کہاں ہوتی ہے۔“

”خداوند کس سے ملتا ہے۔“

”خدا ہی سے..... جواد کے علاوہ ہم اور کسی کو نہیں جانتے۔“

”خچر خاگر نے جواد کو وہی حلیہ بتایا جو ضرغام بتا چکا تھا۔

”اچھی بات ہے..... ساگر جب تک ہماری تفتیش مکمل نہیں ہو جاتی۔ تم یہیں رہو گے۔“

”ان سے اُس سے کہا۔

تھوڑی دیر بعد عمران صفدر کے کمرے میں داخل ہو کر بولا۔

”نعمانی اور صدیقی کو بھی یہیں ڈالو.....!“



پہچانے کے لئے جو انہیں ہدایت دی تھی کہ اس خدا تک ٹوٹ بھوٹ ہونی چاہئے کہ میں کچھ دنوں کے لئے ہسپتال پہنچ جاؤں۔“

”بات سمجھ میں نہیں آئی۔۔۔۔۔“ نعمانی بولا۔

”انتقامی کارروائیاں اسی نوعیت کی ہوتی ہیں۔“ عمران صفور کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”کیا تم نواب شاکر علی شاطر کو بھول گئے ہو سکتا ہے یہ انتقامی کارروائی اسی کی طرف سے ہوئی ہو۔“

”لیکن آپ دارا کو بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی سمجھتے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر نواب شاطر کا پہنچ بھی انہی لوگوں سے ہوتا تو دارا کبھی اس کشتی کے لئے فریقین کی حوصلہ افزائی نہ کرتا۔“

”ہو سکتا ہے کہ دارا کو اس کا علم ہی نہ ہو کہ نواب شاطر بھی اس گروہ سے متعلق ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے ساگر اور ضرغام، جواد کے علاوہ اور کسی کو نہیں جانتے۔“

”سوال تو یہ ہے کہ اس کیس کا ہمارے ٹھکے سے کیا تعلق۔۔۔۔۔“ جولیا بول پڑی۔ ”مجھے تو یہ سول پولیس سے آگے کی بات نہیں معلوم ہوتی۔“

”یہ میرا بھی کیس ہے۔“ عمران نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔

لفظ ”جی“ پر جولیا ہلکا سا اٹھی۔ لیکن عمران اس کی طرف توجہ دیئے بغیر ان تینوں سے بولا۔ صفور تم کیسے خیالاً کو کیونکر نعمانی تک پہنچی نظر رکھیں گے اور سنر صدیقی تم پیشل انجینئر تک

دروکس کو دیکھو گے۔ جواد کا حلیہ اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔۔۔۔۔“

”وہ ضرغام اور ساگر کا بتایا ہوا حلیہ ایک بار پھر ہر دہرانے لگا۔ اس کے بعد وہ تینوں اٹھ کر کمرے سے نکل گئے تھے۔ لیکن جولیا اپنی جگہ سے ہلی بھی نہیں تھی۔ پیشی عمران کو اس طرح گھورے

جدا ہی تھی جیسے دوسرے ہی لمحے میں جھپٹ پڑے گا اور عمران کے رویے سے اب بھی ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے اُسے کمرے میں جولیا کی موجودگی کا علم ہی نہ ہو۔

”تم خود ہی اپنی قبر کھود رہے ہو۔“ جولیا نے کچھ دیر بعد کہا اور عمران اس طرح اچھل پڑا جیسے گریز کوئی چیز کر رہی ہو۔

ہو فتوں کی طرح جولیا کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر بولا ”میں نے تمہیں کوئی کام نہیں بتایا تھا۔“

”مجھے باتوں میں نہیں اڑا سکتے۔ سمجھے۔“ جولیا نے گھورتی ہوئی بولی۔

”سوال یہ ہے کہ مجھے تمہیں باتوں میں اڑانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔“

صفور نے فون پر دونوں سے رابطہ قائم کر کے اپنے کمرے میں بیٹھنے کو کہا لیکن ان سے پہلے جولیا انٹرنیٹ وائر پہنچ کر عمران کو گھورتی ہوئی بولی۔ ”ناہ ہے کہ آج تم مرتے بیچے ہو۔“

”آج ہی پر کیا منحصر ہے۔ جب سے پیدا ہوا ہوں۔ پختا ہی آرہا ہوں۔ لیکن اس وقت یہاں تہمدادی ضرورت نہیں ہے۔“

”میں انچارج ہوں۔“ وہ آنکھیں نکال کر بولی۔ ”میرے علم میں لائے بغیر سا کیو سیشن میں کوئی کام نہیں ہو سکتا۔“

”گو بھی۔۔۔۔۔ کمال ہو گیا۔“ عمران صفور کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”یہ اکیس نو کے احکامات کو غلط سمجھی ہیں۔“

”میں مطلب۔۔۔۔۔“ جولیا نے غصیلے لہجے میں سوال کیا۔

”اکیس نو کا مطلب یہ تھا کہ سا کیو سیشن میں میری موجودگی کے دوران میں تم صرف باور چیخنے کی انچارج ہو گی۔ لہذا جاؤ اور چار افراد کے لئے کافی سمجھو۔۔۔۔۔ شکر یہ۔“

”وہ جھلا کر کچھ کہنے ہی والی تھی کہ نعمانی اور صفور بھی کمرے میں داخل ہوئے اور پھر عمران ایسا بن گیا جیسے اُسے وہاں جولیا کی موجودگی کا علم ہی نہ ہو۔ لیکن وہ بھی وہاں سے ٹلی نہیں تھی۔ ایک

کمرے کی کھینچ کر خود بھی میز کے قریب ہی جم گئی۔

عمران ساگر اور ضرغام کی روداد ہر اتنا ہوا بولا۔

”اس طرح تین جگہیں ہمارے علم میں آئی ہیں۔ کیسے خلیان تک پہنچی اور پیشل انجینئر تک در کس۔“

”دارا کافی آؤز کو آپ بھولے جا رہے ہیں۔“ صفور بولا۔

”وہ تو ہے ہی لسٹ پر۔۔۔۔۔“ عمران نے کہا۔

”لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی کہ آپ نے ان دونوں کو اپنا ایک باسٹرا شید پر حملہ کرنے والوں کی حیثیت سے کیسے پہچان لیا۔“ صفور نے تھیر آؤز لہجے میں کہا۔

”محض قیاس تھا جو حقیقت بن گیا ورنہ اندھیرے میں ان کی شخصیتیں نہیں دیکھ سکتا تھا۔“

”لب سوچنے کی بات ہے یہ کہ اس وقت انہوں نے آپ پر حملہ کیوں کیا۔۔۔۔۔ کیا انہوں نے پچھلے رات آپ کو باسٹرا شید کا تاقب کرتے دیکھا تھا۔“

”میرا خیال ہے کہ نہیں ورنہ اس وقت وہ مجھے مار ڈالنے کے لئے حملہ آور ہوتے۔ محض ہسپتال

ہے۔ شاید تم اسے ایک پلاٹ کر سکو.....!“  
”اوہو..... تو بتاؤ نا.....!“

”اگر اس نے جوزف کو حراست میں لیا ہے تو ابھی آفس ہی میں ہو گا اور ہو سکتا ہے کہ تھرڈ گری استعمال کرنے کی فکر میں ہو۔ لہذا تم اس سے فون پر رابطہ قائم کر کے صرف اتنا کہہ دو کہ گیارہ پیل کو لیو اسٹار کی مالک سے اس کا جوزف بی معاہدہ ہوا تھا اس کا ریکارڈ ڈیٹپ تمہارے پاس موجود ہے۔“

”کیا واقعی ایسی کوئی بات ہے۔“

”ہاں..... حقیقتاً..... تم آزمائستے ہو اس دھمکی کو.....؟“ جو لیا نے کہا۔

عمران نے شاہد کے آفس کے نمبر ڈائل کئے۔ دوسری طرف سے کوئی اور بولا تھا عمران نے انیکٹر شاہد کے لئے کہا۔

”ہولڈ آن کیجئے..... پور آنیڈ بیٹنی پلینز.....!“

”علی عمران.....!“

”بہتر جناب.....!“

”تھوڑی دیر بعد شاہد کی آواز آئی اور اس نے عمران کے کچھ کہنے سے پہلے ہی کہا۔“ میں بے قصور ہوں جناب..... حکم حاکم مرگ مناجات.....!“

”وہ تو ٹھیک ہے لیکن تم تھرڈ گری سے احتراز کرو گے۔“

”بالکل جناب یہ ایک قطعی ضمنی سی کلر والی ہے اگر آپ چاہیں تو جوزف سے بھی گفتگو کر سکتے ہیں۔“  
”میں اس کی ضرورت نہیں۔ فیاض کو غلط فہمی ہوئی تھی۔ کالوں کی بستی میں چلے جاؤ۔“

جوزف کے کسی بمشکل مل جائیں گے۔“

”جی ہاں..... یہی تو میں بھی سوچ رہا تھا۔ مگر بڑے صاحب کچھ سنتے ہی نہیں کیا کروں۔“

بہتر حال جوزف کو دو ایک گھنٹے روک کر چھوڑ دوں گا۔ آپ مطمئن رہیں اور تھرڈ گری کا تو سوال ہی

نہیں پیدا ہوتا۔“

”شکریہ..... کہہ کر عمران نے رابطہ منقطع کر دیا۔“

”بہتر حال دھمکی کی ضرورت پیش نہیں آئی۔“ عمران نے جو لیا سے کہا۔ ”ویسے ہی وہ خاصا

سعادت مند ہو رہا ہے۔“

”تم ان کے نرم رویے پر نہ جاؤ تمہاری عدم موجودگی میں یہ سب جس انداز میں تم سے متعلق گفتگو کرتے ہیں.....!“

”مجھے علم ہے۔“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”میرے لئے کوئی نئی بات نہیں۔ بہر حال انہیں وہ

سب کچھ کرنا ہی پڑتا ہے جو میں کہتا ہوں۔“

”تم آخر کیوں ادھر ادھر کے وبال سمیٹے پھرتے ہو.....؟“

”خود نہیں سمیٹتا بلکہ یہ فتنے خود ہی سمٹ سنا کر میرے سر پر آتے ہیں۔“

اتنے میں فون کی گھنٹی بجی۔ عمران نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز

آئی۔ ”سی آئی بی کے انیکٹر شاہد نے جوزف کو حراست میں لے لیا ہے۔“

”جی بات ہے۔ میں دیکھتا ہوں۔“ کہہ کر عمران نے رابطہ منقطع کر دیا اور پھر کیپٹن فیاض کے

نمبر ڈائل کئے۔ وہ آفس سے اٹھ چکا تھا گھر پر رنگ کیا۔ کال فیاض ہی نے ریسیور کی تھی۔

”انیکٹر شاہد نے جوزف کو حراست میں لے لیا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”وہ تو ہونا ہی تھا۔“ فیاض نے خشک لہجے میں کہا۔

”اچھا تو سنو کہ اب کیا ہونا ہے۔ اگر اس پر ذرہ برابر بھی تشدد کیا گیا تو تم سبھوں کی منی پلیڈ

کردوں گا۔ اسے لکھ لو۔ قبلہ والد صاحب بھی اس معاملے میں آڑے نہ آئیں گے۔“

پھر اس نے اس سے کچھ سے بغیر رابطہ منقطع کر دیا تھا۔

جولیا سے حیرت سے دیکھتی رہی تھی۔ آخر بے حد نرم لہجے میں بولی۔ ”بات کیا ہے مجھے بھی بتاؤ۔“

”اب تو بتانا ہی پڑے گا کیونکہ شاہد اب میں پورے محکمے کو استعمال کر بیٹھوں۔“ عمران نے کہا

اور اسے جوزف اور سلیمان کی اس بیہودگی کے بارے میں بتانے لگا جس نے اب ایک خطرناک

صورت اختیار کر لی تھی۔

جولیا کو بے ساختہ غمی آگئی اور عمران اسے گھورتا ہوا غریب۔ ”تم بھی ہنس رہی ہو۔“

”تم سے تعلق رکھنے والے سارے افراد بھی تمہی جیسے ہو کر رہ گئے ہیں۔“ جولیا غمی صفا

کرنے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔

”جی بات ہے جب تک غمی آئے ہستی ہو.....؟“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔

”نیٹھو..... نیٹھو!“ جولیا ہاتھ ہلا کر بولی۔ ”انیکٹر شاہد کے خلاف میرے پاس خاصا مواد

”کوئی خاص بات نہیں۔“ عمران نے نرم لہجے میں کہا۔ ”صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میرے سلسلے میں جواد سے کہاں ملاقات ہوئی تھی۔“

”آپ کے سلسلے میں ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ فون پر پیغام ملا تھا کہ میں کیسے خیابان کے حجرے ملوں۔ وہ مجھے ایک لفافہ دے گا جس میں درج شدہ ہدایات پر عمل کیا جائے۔ اسی لفافے میں آپ کی تصویر تھی اور پتا وغیرہ تحریر کیا گیا تھا۔“

”ہوں....“ عمران پر فکری لہجے میں بولا۔ ”ایک بات اور.... یہ بڑی غیر فطری سی بات ہے کہ تم نے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہ کی ہو کہ ان بیٹیوں میں کیا ہوتا ہے جنہیں تم ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتے ہو۔“

”آپ ٹھیک فرما رہے ہیں۔ کبھی کبھی یہ خواہش ہوتی ہے کہ معلوم کیا جائے لیکن پھر ہمت نہیں پڑتی۔ وہ خطرناک لوگ معلوم ہوتے ہیں جناب ہمیں ہر وقت اپنی جانوں کا خطرہ ہوتا ہے۔“

”یہ بھی قدرتی بات ہے۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”اچھا یہ بتاؤ اس سے پہلے بھی کبھی تمہیں کینے خیابان کے منیجر کے توسط سے کچھ ملا تھا۔“

”کبھی نہیں جناب.... یہ پہلا موقع تھا۔ اس سے پہلے ہمیشہ جواد نے بہ نفس نفیس ہم سے گفتگو کی تھی۔“

”ہوں....“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”اچھی بات ہے کوشش کی جائے گی کہ تم دونوں کو مقدمہ چلنے میں ملوث نہ کیا جائے۔“

”بہت بہت شکریہ جناب... ہمارے لئے یہ پہلا موقع تھا ورنہ ہم صرف مال پہنچاتے رہے تھے۔“

”تمہارے علاوہ کچھ اور لوگ بھی ہوں گے۔“

”یہاں سے تو صرف ہم ہی مال لے جاتے تھے۔ چار سوئیں میل پر دوسرے اکیس کچھ محل کرتے تھے۔“

”چار سوئیں میل سے تمہاری داہنی کسی طرح ہوتی ہے۔“

”ہاں کا چارج سنبھالنے والے خالی ٹرک میں وہاں بیٹھے ہیں اور ہم اس خالی ٹرک کو لے کر شہر

داہن آجاتے ہیں۔“

”خالی ٹرک کس کے سپرد کرتے ہیں۔“

”کسی کے بھی نہیں۔ جہاں سے بھرے ہوئے ٹرک جاتے ہیں وہیں ہم خالی ٹرک چھوڑ کر

”کیپٹن فیاض کے خلاف بھی میرے پاس مواد ہے۔“

”پھر کسی موقع کیلئے اٹھارکو... میری کوشش یہی ہوتی ہے کہ کسی کو نایک میل نہ کرنا پڑے۔“

”میں آج تک نہیں سمجھ سکی کہ کیپٹن فیاض تم سے کیوں اس قدر اٹھارتا ہے جبکہ اس کی تیز رفتار ترقی میں تمہارا ہی ہاتھ رہا ہے۔“

عمران ہلکا سا قہقہہ لگا کر بولا۔ ”تم نہیں سمجھیں۔“

”نہیں میری سمجھ میں تو یہ بات نہیں آئی۔“

”جب وہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ اور سپرنٹنڈنٹ تھا تب میری خوشامد کیا کرتا تھا۔ اب دھونس دھڑلے سے کام نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔ دشمن نہیں ہے میرا۔ اب خوشامد کرتے ہوئے شرم

آتی ہے۔ ڈپٹی ڈائریکٹر ہو گیا ہے۔“

”تم ہی برداشت کرتے ہو۔ تمہاری جگہ میں ہوتی تو بے شک اسکی ہڈیاں بھی خاک ہو چکی ہوتیں۔“

”اے نہیں ایسا بھی کیا.... یہ سب میری دلچسپی کی چیزیں ہیں۔“

”نہر حال.... یہ اسگنگ وغیرہ کا چکر ہے۔ ہمارے محکمے سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔“

”ہو سکتا ہے۔“ عمران نے پُر فکری لہجے میں کہا۔ پھر یک چوٹ کر اٹھا ہوا بولا۔ ”میں ابھی آیا۔“

صدر کے کمرے سے نکل کر وہ سیدھا حوالات نمبر تین کی طرف آیا جہاں ضرغام کو رکھا گیا تھا۔ عمران کو دیکھ کر وہ اٹھ گیا اور عمران نے بے حد نرم لہجے میں پوچھا۔ ”تمہیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے۔“

”جی نہیں.... شکریہ۔“

”بھج پر حملہ کرنے کی ہدایت اس نے تمہیں کیسے خیابان میں طلب کر کے دی تھی۔“

”مجھے تو یہ سب کچھ ساگر سے معلوم ہوا تھا۔ آپ کی تصویر بھی اسی نے دکھائی تھی۔“

”تو کیا اس نے صرف ساگر کو کیسے خیابان میں طلب کیا تھا۔“

”جی ہاں....“

عمران نے پھر اس سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ وہاں سے وہ حوالات نمبر چار میں پہنچا۔ ساگر ایک گوشے میں بیٹھا دو گھبراہٹا عمران کی آہٹ پر چوٹ پڑا۔



اپنے ٹھکانوں پر آجاتے۔“  
 عمران نے اُن جگہوں کی تفصیل پوچھی تھی جہاں سے ٹرک روانہ ہوتے تھے۔ پندرہ منٹ بعد اس نے اپنی نوٹ بک بند کی اور حوالات سے باہر نکل آیا۔



کیفے خیابان کے قریب عمران نے صفدر کو تلاش کر لیا تھا اور اُسے مزید ہدایات دے رہا تھا۔  
 ”کیفے کے منیجر پر بھی تمہیں نظر رکھنا ہے۔ کیونکہ وہ بھی ان معاملات میں ملوث معلوم ہوتا ہے۔ میرے سلسلے میں ان دونوں قیدیوں کو اُس سے تحریری ہدایات ملی تھیں۔ جو اذیت خود اُن سے نہیں ملا تھا۔“

”اچھی بات ہے میں اُس پر بھی نظر رکھوں گا۔“ صفدر نے کہا۔

پھر عمران نے نعمانی اور صدیقی کو بھی چیک کیا۔ لیکن انہیں بھی ابھی تک جواد کے حلے پر پورا اترنے والا کوئی شخص نظر نہیں آیا تھا۔

قریباً نو بجے رات کو وہ ایک بار پھر دارا کا فی باؤز میں جا پہنچا۔ فی الجہل دارا ہی کی شخصیت ایسی تھی جس کی طرف خصوصی توجہ دی جاسکتی تھی۔ ہر چند کہ اُس کی حیثیت بھی ثانوی ہی معلوم ہوتی تھی لیکن پھر بھی اُس کے توسط سے آگے بڑھنے کے امکانات روشن تھے۔

دارا اپنے آئیں میں موجود تھا۔ اُس نے غاصے پر مسرت انداز میں عمران کا استقبال کیا۔

”تو اب صاحب کی خیریت دریافت کرنے آیا ہوں۔“ عمران نے کہا۔

”مجھے علم نہیں۔ اُن کے ساتھی انہیں اٹھوا کر لے گئے تھے۔ غائب کسی ہسپتال میں داخل کر لیا ہے۔ میرے بلانے آدی سے انہوں نے ٹریٹ منٹ لینے سے انکار کر دیا تھا۔ اچھے لوگ نہیں ہیں۔ مجھے بھی دھمکیاں دے گئے ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ آپ میرے ہی بلانے ہوئے یہاں آئے تھے اور مقصد تو اب صاحب سے الگ تھا۔“

”لاحول ولا قوۃ....!“ عمران سر ہلا کر رہ گیا۔

”لیکن مجھے ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں ہے۔ میں خود نہیں چاہتا کہ فضول قسم کے لوگ یہاں آئیں۔ ایسی ادبی اور عیاشی بحثیں ہوتی رہتی ہیں جن کا کوئی سر بیہر نہیں ہوتا۔ ایک ایک کپ کافی لے کر مینٹیں بیڑیں گھیرے رہتے ہیں۔“

”یہ تو واقعی آپ کے برٹس کے لئے بھی بُرا ہے۔“

”جی ہاں بالکل.... لیکن کیا کردوں بے سروتی نہیں ہو پائی مجھ سے۔“

”مہر حال میں تو اب شاطر کی عیادت کرنا چاہتا تھا۔ خواہ وہ کیسا ہی آدی کیوں نہ ہو۔“

”میں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔ عمران صاحب۔ اُن لوگوں سے دور ہی دور رہنا بہتر ہوتا ہے۔ بار سوخ اور غٹلے قسم کے لوگ ہیں۔“

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ دارا نے ریسپور اٹھا کر ماذتھ پیس میں کہا۔

”دارا اسپیکنگ....!“

پھر دوسری طرف کی بات بنو رہا تھا۔ اُس کی آنکھیں عمران کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور ان میں کبھی کبھی استعجاب کی جھلکیاں بھی ملتی تھیں۔ بالآخر اس نے ”بہت بہتر“ کہہ کر ریسپور کو پریل پر لے کر دیا اور طویل سانس لے کر دروازے سے اپنی پیشانی تھپکنے لگا۔

”کیا کوئی بُری خبر تھی۔“ عمران نے یگانگت کا اظہار کرنے کے سے انداز میں پوچھا۔

”ہاں مسٹر عمران....!“ وہ غمناک لہجے میں بولا۔ ”میں ایک بد نصیب انسان ہوں۔ میری

دنیا پندرہ سال سے پانچوں کی سی زندگی بسر کر رہی ہے۔ اُس پر مستزاد یہ کہ بے ہوشی کے

دوبے بھی پڑنے لگے ہیں۔ ابھی گھر سے اطلاع آئی ہے کہ اس کی حالت بہت خراب ہے۔“

”مجھے بے حد افسوس ہوا۔ میرے لائق کوئی خدمت مسٹر دارا۔“

”اگر گاڑی ہو تو مجھے گھر تک پہنچائیں۔ میری گاڑی گیاراج میں ہے اس وقت کوئشن نہیں ملے گی۔“

”میرا ضرور مسٹر دارا....!“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔

دونوں باہر آئے۔ عمران نے اس کے لئے اگلی ہی سیٹ کا دروازہ کھولا اور خود گھوم کر

دارا کو تک سیٹ پر جا بیٹھا۔

”کس طرف مسٹر دارا....!“

”موزل ٹاؤن کی طرف....!“ دارا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

عمران نے اُنچی اسٹارٹ کر دیا۔ گاڑی حرکت میں آئی ہی تھی کہ پچھلی نشست سے آواز

آئی۔ ”میرا گاہ کی طرف۔“

ساتھ ہی عمران کی گدی سے ٹھنڈا ہوا چپک کر گرہ گیا۔ کسی ریوادر کی تال تھی۔



کاؤونٹنک سلیمر بھی اور تمہارا بھی ایک اچھا خاصا گروہ ہے۔“

”میں نے کب کہا کہ ایسا نہیں ہے۔“

”تمہاری انہی حرکتوں کی بنا پر مسٹر رحمان نے تمہیں گھر سے بھی نکال دیا ہے۔“

”تمہیں میرے نجی معاملات کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔“

”میں معلوم ہونا چاہتا ہوں کہ وہ دونوں کہاں ہیں۔“ نقاب پوش بولا۔

”اگر مجھے معلوم ہو تا تو اب بھی نہ بتاتا۔“

”کیا واقعی تم سرنا چاہتے ہو۔“

”مسٹر عمران پلین۔۔۔۔۔“ دارا خوف زدہ کی آواز میں بڑبڑایا۔

”وہ عمران اس طرح چونک بڑا جیسے وہاں دارا کی موجودگی کا احساس ہی نہ رہا ہو۔“

”کہاں۔۔۔۔۔“ اس نے نقاب پوش سے کہا۔ ”میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آخر میرے

مستطردار کو کیوں رحمت دی گئی ہے۔“

”مجلس اتفاق۔۔۔۔۔ تم دونوں ساتھ ہی گاڑی میں بیٹھے ہو گے ہمیں ان سے کوئی سروکار نہیں۔“

”تو کیا یہ حماقت نہیں ہے کہ تم نے اپنے خلاف ایک اور گروہ بنا لیا۔“

”کیا فرق پڑے گا اس سے۔ کیونکہ کچھ دیر بعد یہ عمارت ویران ہوگی جو فی الحال کسی کی ملکیت

نہی ہے اور یہ سرکاری جنگ یارڈ ہے۔“

”خدا کی پناہ۔۔۔۔۔ سرکاری جنگ یارڈ میں ایک معزز شہری کو دھکیلا دی جا رہی ہیں۔“

”کران بات نہ بڑھاؤ۔ ہم صرف یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ وہ دونوں کہاں ہیں۔ اس کے بعد ہم

ان جانے دیں گے۔“

”اگر ملے کے تھانے میں نہ ہوں گے تو ہیڈ کوارٹر کی حوالات میں ہوں گے۔ اگر وہاں بھی نہ

پہنچیں گے تو نہ کوئی کارکن والوں کو بھی دیکھا تھا۔“

”عمران تم ہمیں یہ خوف بنانے کی کوشش کر رہے ہو۔“

”حالانکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں بے وقوف بننے کی صلاحیت قطعی نہیں ہے۔ بہر حال جو کچھ میں

”اب بائیں جانب گھراؤ۔“ عقب سے آواز آئی۔ وہ بندرگاہ کے علاقے میں پہنچ چکے تھے

اور ایک ویران حصے کی جانب گاڑی گھمانے کو کہا گیا تھا۔ کچھ دور چلنے کے بعد پھر ایک جنگ یارڈ میں

گاڑی موڑنے کو کہا گیا۔ یہاں چاروں طرف ٹوٹی پھوٹی گاڑیوں کے ڈھانچے بکھرے ہوئے تھے اور

انہی کے درمیان ایک چھوٹی سی عمارت تھی جس کے قریب پہنچ کر گاڑی روکنے کو کہا گیا۔ یہاں

اتنی روشنی تھی کہ عمران سب کچھ صاف دیکھ سکتا۔ ذرا نیچے سیٹ کی جانب ایک نقاب پوش کھڑا

نظر آیا جس کے ہاتھوں میں اسٹین گن تھی۔

”دونوں آتر جاؤ۔۔۔۔۔“ عقیقی نشست سے آواز آئی۔

”وہ تو ہونا ہی ہے۔“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

دونوں کو گاڑی سے اُتار کر عمارت کے اندر لایا گیا۔ یہاں بھی دو نقاب پوش پہلے سے موجود

تھے۔ انہیں میں سے ایک مسلح تھا اور دوسرا خالی ہاتھ۔ غیر مسلح نقاب پوش نے گفتگو کا آغاز کیا۔

”تمہارا نام علی عمران ہے اور تم ہی آئی بی کے ڈائریکٹر جنرل کے آوارہ بیٹے ہو۔“

”گفتگو تیز سے ہونی چاہئے ورنہ میری رگوں میں گینگز خانی خون بھی جوش مار سکتا ہے۔“

عمران نے کہا۔

”کوئی حرکت کی تو جیم چھٹی ہو کر رہ جائے گا۔“ نقاب پوش بولا۔

”گینگز خان کو اس کی فکر نہیں ہوتی تھی۔“

”سیدھی طرح میری باتوں کا جواب دو۔ ورنہ واقعی تمہاری زندگی بحال ہو جائے گی۔ وہ دونوں

آدمی کہاں ہیں جنہوں نے آج تم پر تمہارے فلیٹ کے قریب حملہ کیا تھا۔“

”اؤہ۔۔۔۔۔ اچھا تو یہ وہی چکر ہے۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”کیسا چکر۔۔۔۔۔“

”تو اب شاکر علی شاطر کے گر گے تو تم لوگ۔۔۔۔۔“

”غیر متعلق باتیں نہ چھیڑو۔ تازہ دونوں کہاں ہیں۔“

”نشے میں تھے دونوں۔۔۔۔۔ پہلے حملہ کیا پھر بے ہوش ہو کر گر گئے۔ پھر کسی جانب سے دو

آئے اور انہیں ہتھکڑیاں لگا کر اٹھا لے گئے۔ غالباً وہ دونوں انہی ناکوک والے رہے ہوں گے۔

”تم جھوٹ بول رہے ہو۔ ہم تمہارے بیٹے سے بخوبی واقف ہو گئے ہیں۔ تم پولیس انفارمر

کہہ رہا ہوں اس پر یقین کرو۔ ویسے میں نواب شاکر علی شاطر کو اتنا بد معاش ہر گز نہیں سمجھتا تھا۔“

”مسٹر عمران پلیز۔۔۔۔۔!“ دارا پھر بوکھلا کر بڑبڑایا۔

”بد معاش، بد معاش ہی کہلائے گا مسٹر دارا!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”خود وہ نواب ہو خود شاعر۔“

”اچھا تو اب ہم تم دونوں کو قتل کر کے یہیں دفن کر دیں گے۔“ نواب پوش بولا۔

”درجنوں قتل ہو کر دفن ہو چکا ہوں۔“ عمران نے لاپرواہی سے کہا۔ ”میرے لئے کوئی نئی بات

نہیں۔ لیکن میں اسے ہرگز پسند نہیں کروں گا کہ مسٹر دارا کے ساتھ کوئی نا مناسب برتاؤ کیا جائے۔“

”مسٹر دارا کو تم اسی صورت میں بچا سکتے ہو جب ہمارا مطالبہ پورا کر دو۔۔۔۔۔!“

”مائی ڈیئر مسٹر نواب پوش۔ اگر مجھے تمہارے دونوں آدمیوں کے بارے میں علم ہو تو تمہیں

چتا کر جلد از جلد مسٹر دارا کو ان کے گھر پہنچانے کی کوشش کر تا کیونکہ ان کی اہلیہ اچانک سخت علیل

ہو گئی ہیں اور میں اس وقت انہیں ان کے گھر ہی پہنچانے جا رہا تھا۔“

”مسٹر دارا۔۔۔۔۔ آپ جاسکتے ہیں۔“ نواب پوش بولا۔ ”گاڑی مسٹر علی عمران کی ہے۔ آپ

اسے لے جائیے اور کہیں بھی کسی سڑک پر چھوڑ دیجیے گا۔ لیکن ہمارے متعلق اگر کسی کو بھی بتایا تو

ہم آپ کے کافی بازو کو ایک بہت ہی طاقت ور ٹائم بم سے اڑا دیں گے اور یہی صورت آپ کی

اقامت کی عمارت کی بھی ہو سکتی ہے۔“

”کیا واقعی یہ نواب صاحب ہی کا معاملہ ہے۔“ دارا نے خوف زدہ لہجے میں پوچھا۔

”یہ ہمارا معاملہ ہے ہم کسی نواب صاحب کو نہیں جانتے۔“

”آپ جائیں مسٹر دارا۔۔۔۔۔“ عمران نے لاپرواہی سے سر ہلا کر کہا۔ ”کنج اکینشن میں لگی ہوئی

ہے۔ گاڑی کو چھتھر روڈ پر چھوڑ دیجیے گا۔ کنگ کینی کے سامنے۔“

”کنگ کینی کے سامنے کیوں۔۔۔۔۔؟“ نواب پوش چمک کر بولا۔

”وہاں سے وہ بہ آسانی میرے گھر تک پہنچ جائے گی۔ میرے ایک دوست کی دوکان وہیں

ہے۔ وہ میری گاڑی کو پہنچاتا ہے۔“

”لیکن مسٹر دارا۔۔۔۔۔ تمہاری زبان اس سلسلے میں بندی رہے گی ورنہ جو کچھ بھی کہہ چکا ہوں

محض دھمکی نہیں تھی۔“

دارا نے عمران کی طرف دیکھا۔

”میرے کلر نہ کیجئے مسٹر دارا۔۔۔۔۔“ عمران نے کہا۔ ”چاہے آپ کی اہلیہ کی طبیعت کیسی ہو۔

جلد از جلد یہاں سے روانہ ہو جائیے۔“ عمران نے کہا۔



نعمانی اس گاڑی کو پہنچاتا تھا اور اسے علم تھا کہ وہ عمران کے استعمال میں تھی۔ جیسے ہی دارا نے

کنگ کینی کے دفتر والے فٹ پاتھ سے لگا کر روکنا نعمانی تیزی سے اس کی جانب بڑھلا۔ وہ سمجھا

تاکہ شاید عمران ہی اس سے کچھ کہنے آیا ہے لیکن عمران کی بجائے ایک انجینیئر نظر پڑے ہی ٹھٹھک

پاک دارا نے انجینیئر انجینئر ہی نہیں لگی رہنے دی اور کچھ دور چل کر کسی عکسی کے انتظار میں کھڑا ہو گیا۔

عمرانی نے ریوالور نکالی ہو لستر سے کوٹ کی جیب میں منتقل کیا اور بہ آہستگی دارا کے برابر پہنچ

دارا کی نال کر کے لگا دی۔

دارا چونک کر سزا اور نعمانی نے آہستہ سے کہا۔ ”اس گاڑی کی طرف جس سے ابھی اترے ہو

دور سے سائلنگ لگا ہوا یہ قول ہے۔“

اللہ کا شکر ہے۔“ دارا جلدی سے بولا۔ ”اس کا یہ مطلب ہوا کہ آپ عمران صاحب کے

گاہکی ہیں۔ شاید اسی لئے انہوں نے گاڑی کو کنگ کینی کے پاس پارک کرنے کو کہا تھا۔“

گاڑی کی طرف پلیز۔۔۔۔۔ وہیں بیٹھ کر بات ہو گی۔“ نعمانی نے خشک لہجے میں کہا۔

”ضرور۔۔۔۔۔ حالانکہ میں خود بڑی دشواری میں ہوں۔ لیکن بہر حال عمران

صاحب کی زندگی بھی بہت قیمتی ہے۔ ہر چند کہ مجھے بھی بہت بڑی دھمکی دی گئی ہے۔“

”گاڑی میں بیٹھ کر دارا نے شروع سے آخر تک پوری روداد دہرائی تھی اور نعمانی کو اس

کا بتانا تھا جہاں وہ اسرار مسلح آدمی ان دونوں کو لے گیا تھا۔“

ان بیان کی تصدیق کیلئے آپ کی موجودگی ضروری ہو گی مسٹر دارا۔۔۔۔۔“ نعمانی نے کہا۔

”اے۔۔۔۔۔ مسٹر عمران نے تو واقعی مہربانی فرمائی تھی اور آپ یہ کہہ رہے ہیں میں کوئی گناہ آدمی

کی نہیں ہوں کہ کل آپ کو نہ مل سکوں۔ آپ کو گھر چا بھی بتا چکا ہوں اور آپ یہ بھی جانتے

ہیں کہ سیر گاڑی ہاڈز کہاں ہے۔“

”ابھی بات ہے۔۔۔۔۔ تو آپ اس گاڑی کو اب اپنے گھر لے جائیے اور اسے وہیں چھوڑ دیجیے گا۔

میں انتظار کروں گا۔“

”بہت بہت شکریہ جناب....“ دارالاطہار مسرت کرتا ہوا بولا۔ ”بہت جلدی کیجئے۔ عمران صاحب خطرے میں ہیں۔“

نعمانی سے رخصت کر کے اپنی گاڑی کی طرف آیا اور فرانس میسر پر جویا ٹنٹر دائرہ کھال کرنے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں جویا سے رابطہ قائم ہو گیا۔ نعمانی نے اسے صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ وہ خود کہاں ہے۔ پھر میں منٹ بھی نہیں گذرے تھے کہ خاور چوہان ظفر الملک اور جیمسن وہاں پہنچ گئے۔ چاروں پوری طرح مسلح تھے۔

دونوں جیمسن بندرگاہ کے علاقے کی طرف روانہ ہو گئیں۔ نعمانی نے خاص طور پر نظر رکھی تھی کہ ان کا تعاقب تو نہیں کیا جاوے۔ وہ بہر حال دارا کی طرف سے مطمئن نہیں تھا۔ جنگ یادڑ سے خاصے فاصلے پر انہوں نے اپنی جیمسن چھوڑ دی اور پیدل ہی جنگ یادڑ کی طرف چل پڑے۔

جنگ یادڑ میں اندھیرا تھا۔ وہ دائرے کی شکل میں پھیل گئے اور اس عمارت کے گرد گھیرا تنگ کرنے لگے جس کی کئی کھڑکیاں روشن نظر آ رہی تھیں۔ آہستہ آہستہ وہ عمارت کے بالکل قریب پہنچ گئے۔ پوری عمارت اُن کی زد پر تھی اور کسی طرف سے کوئی فرار نہیں ہو سکتا تھا تھوڑی دیر بعد اُن میں سے کسی نے صدر دروازے پر پتھر مارا۔ جس کی آواز سناتے میں دور دور تک پھیلی تھی۔ لیکن اس کا کوئی رد عمل ظاہر نہ ہوا۔ نہ تو دروازہ ہی کھلا اور نہ کسی کھڑکی ہی میں دریافت حال کے لئے کوئی کھڑا دکھائی دیا۔

ہر قسم کی احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے بعد وہ بالآخر عمارت پر ٹوٹ پڑے۔ لیکن وہاں کے ایک کمرے میں عمران کے علاوہ اور کوئی نظر نہ آیا جو ایک کمرے سے بندھا ہوا بیٹھا تھا۔ عمران انہیں آنکھ مار کر مسکرایا اور نعمانی کے علاوہ بقیہ سب پھر عمارت سے باہر نکل گئے۔ نعمانی عمران کو رہی کے بولیں سے آزاد کرانے لگا۔

”وہ غیرے گروہ کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے ہیں۔“ عمران آہستہ سے بولا۔ ٹھیک اسی وقت باہر سے فائروں کی آوازیں آنے لگی تھیں۔ عمران نے نعمانی سے کہا۔ ”میں اتفاق سے خالی ہاتھ ہوں۔“

”سب پھر آپ یہیں آرام فرمائیے.... ہم دیکھ لیں گے۔“ نعمانی نے کہا اور ریوالبور ہو لیسٹ سے نکلتا ہوا صدر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

عمران تھوڑی دیر تک اُسی کرسی پر بیٹھا رہا۔ پھر اٹھ کر کمرے کی روشنی بجھا دی اور اب وہ عمارت کے عقبی دروازے کی تلاش میں وہاں سے چل پڑا۔ دوسرے کمرے کی روشنی بھی بجھائی۔ وہی دروازہ کچن میں تھا اور وہاں روشنی نہیں تھی۔ کمرے میں اُسے دیاسلانی کی ایک ڈبیر مل گئی۔ اُس کے سہارے وہ کچن تک پہنچا تھا۔ اُس کے ماتحت شانداہار کے برآمدے ہی میں تھے ان نے کسی کسی کے پاس بھی اسٹین گن نہیں تھی۔ لیکن جنگ یادڑ سے اسٹین گنوں کی آوازیں بھی اُن سے رہی تھیں۔ گویا اُس کا اندازہ درست ہی تھا۔ وہ لوگ اپنی دانست میں عمران کے گروہ کے راز کو کبھی پکڑنا چاہتے تھے تاکہ انہی سے مزید معلومات حاصل کر سکیں۔ عمران سے تو وہ اپنے ہاتھ باندھتے ہوئے کچن میں کچھ بھی نہیں معلوم کر سکے تھے جنہوں نے عمران کے فلیٹ کے کتبے ہی اس پر حملہ کیا تھا۔

عمران نے یہ آہستگی کچن کا عقبی دروازہ کھولا ہی تھا کہ قریب ہی سے اسٹین گن کے برسک نے کی آواز آئی۔ لیکن اسٹین گن کا رخ کچن کی طرف نہیں تھا۔ پھر بھی عمران بڑی پھرتی سے پناہ لیت گیا۔ اب وہ دھینگتا ہوا کچن سے باہر نکل گیا۔ اسے پہلے ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ اسٹین گن کا ٹکڑا کون سے مارا گیا ہے۔ کچن سے نکل کر وہ اُسی جانب ریگٹا رہا۔

اسے خدشہ تھا کہ بندرگاہ کی پولیس جلد ہی فائروں کی طرف متوجہ ہو کر حرکت میں آجائے۔ لیکن یہ تو دھماکوں ہی کا سیریز تھا۔ یعنی شب برباد کا چاند پھٹے ہی دن دکھایا گیا تھا۔ فضا ہر قسم کی مختلف قسم کے دھماکوں سے گونجتی رہتی تھی۔ بہر حال یقینی امر نہیں تھا کہ پولیس ان گاڑی کی طرف متوجہ ہی ہو جاتی اور پھر یہ جنگ یادڑ تو اس علاقے کے پولیس اسٹیشن سے میلوں فاصلے پر تھا۔ عمران آہستہ آہستہ ریگٹا ہوا اُسی جانب بڑھتا رہا جہاں سے اسٹین گن کے چھوٹے چھوٹے دھماکے جا رہے تھے۔

آخر اُس نے اسے جان لیا۔ وہ بھی کسی سانپ ہی کی طرح پلٹا تھا لیکن اسٹین گن اس کے ہاتھ سے کبھی کسی سانپ ہی عمران کا ہاتھ اُس کی بائیں کینٹی پر لڑا اور وہ بے حس و حرکت ہو گیا۔

عمران نے بڑی پھرتی سے اُس کی ٹائی کھولی اور دونوں ہاتھ باندھ دیئے اور اپنی ٹائی سے نافذہ دے دیئے۔



ایک تو ہاتھ آیا.... اس نے سوچا.... اور زمین پر گری ہوئی اٹھیں گن تلاش کرنے لگا۔ وہ بھی جلد ہی ہاتھ آگئی۔

وہ پھر پلٹا اور بچن سے گذر تا ہوا صدور دروازے کے قریب آگیا۔ اس کے ماتحت برآمدے ہی سے فائرنگ کر رہے تھے۔

اس نے انہیں اندر ہی سے فائرنگ بند کر دینے کا اشارہ کیا۔ اس کے لئے اس نے مخصوص انداز میں دروازے کو بجایا تھا۔ اوہر سے فائرنگ بند ہو گئی اور عمران نے دروازہ کھول کر آہستہ سے کہا۔

”کوئی ایک اندر آجائے ان میں سے ایک ہاتھ آگیا ہے اور تم لوگ جب محسوس کرو کہ وہ کسی قدر قریب سے فائرنگ کر رہے ہیں تو تم سب اندر آجانا۔ پھر میں بتاؤں گا کہ اب کیا کرنا ہے۔“

ظفر الملک اندر آکر بولا۔ ”فرمائیے۔“

”میرے ساتھ آؤ....“ عمران نے کہا۔

وہ اُسے عینی دروازے سے اس جگہ لایا جہاں اس کا شمار اب بھی بے ہوش پڑا تھا۔

”اسے اٹھا کر اندر لے چلو....“ عمران نے ظفر سے کہا۔

اور پھر خود بھی اس نے اسکی مدد کی تھی۔ اندر پہنچ کر ظفر نے پوچھا۔ ”یہ کیسے ہاتھ لگ گیا۔“

”بس شامت ہی آگئی تھی اس کی۔“ عمران نے کہا۔ ”سنو دھڑ سے فائرنگ بند ہونے کی بنا وہ آہستہ آہستہ عمارت سے قریب ہوتے جا رہے ہیں۔ اب ان سبھوں کو اندر لے آؤ اور

دردازے سے نکل کر انکی پشت پر پیچھے کی کوشش کرو۔ میں برآمدے میں ان کا انتظار کروں گا۔“

”آپ تھا....“ ظفر نے حیرت سے کہا۔

”پیچھ لوگوں کے آنے سے قبل بھی ان کے درمیان تنہائی تھا۔ تم میری فکر نہ کرو۔“

پھر وہ سب اندر آگئے تھے اور عینی دروازے سے باہر نکل گئے تھے۔ عمران اٹھیں گن

ہوئے برآمدے میں ریگ آیا اور ایک ستون کی آڑ لے لی۔

”پیچھے چلو.... پیچھے۔“ کسی نے کہا۔ ”وہ اوہر سے فرار ہو رہے ہوں گے۔“

عمران نے آواز کی سمت برست مارا اور پھر اس کے بعد کسی قدر فاصلے سے بھی فائر ہونے لگا۔

انچل ماسکرو فون پر کہا گیا۔ ”پولیس.... خبردار جو جہاں ہے وہیں ٹھہرے۔“

بیڑی سے چلے والے ایک ماسکرو فون پر بھی عمران نے کیپٹن خاوند کی آواز پہنچان لی۔

اس کے بعد تو قبرستان کا سناٹا طاری ہو گیا تھا۔ پندرہ منٹ بعد کئی ناز چھیں روشن ہو گئی تھیں۔

کون ان میں سے ایک کا بھی سراغ نہ مل سکا۔

ابن صرف وہی ہاتھ آیا تھا جس پر عمران پہلے ہی قابو پا چکا تھا۔

منہو نے کے لئے ایک ہی کافی ہے۔“ عمران احتقان انداز میں سر ہلا کر بولا۔ ”اسے لے چلو۔“

”آٹ صاحب کی طرح فرمان جادری فرمادیا۔“ کیپٹن خاوند بڑا سانسہ بنا کر بولا۔

”میں نہیں ہوں لاٹ صاحب....“ عمران بے حد نرم لہجے میں بولا۔ ”لاٹ صاحب وہ عزات ہیں جنہوں نے تمہیں یہاں بھیجا ہے۔“

”یار ختم کرو....“ چہاں بولا۔ ”جلدی نکلو یہاں سے کہیں جگ چوکی ہو لیس نہ متوجہ ہو جائے۔“

”ابھوں نے تیری کو اٹھایا تھا اور اس طرف چل پڑے تھے جہاں گاڑیاں چھوڑ آئے تھے۔“

”خانی عمران کے برابر چل رہا تھا اس نے آہستہ سے کہا۔ ”آپ نے دارا کو ٹھیک جگہ بھیجا تھا۔“

”تھے یقین تھا کہ صرف تم ہی اس گاڑی کی طرف خصوصی توجہ دے سکو گے۔ اسی لئے میں نے ان سے کہا تھا کہ کلگ کہیں کے پاس گاڑی چھوڑ دے۔“

”شاید دارا کو علم نہیں کہ وہ بھی آپ کی لسٹ پر ہے۔“

”بھئی تو خاص بات ہے کہ ابھی تک اُسے شہر نہیں ہو سکا۔ اسی لئے وہ پچارہ میرے دکھوں میں ایک ہونے کی کوشش کرنا رہتا ہے۔“



”دی کو سا کیو مینشن بھجوا کر عمران نے فلیٹ کی راہ لی۔ جوزف موجود تھا عمران کو دیکھتے ہی

”یار ہی....“ عمران نے پوچھا۔

”جے نہیں ہاں.... وہ پچارہ انکسٹر تو بہت اچھا آدمی ہے اس سے پہلے بھی کئی بار میری اس کی

”تاکس ہو چکی ہیں۔ خوب کھلایا پایا اس نے مجھے۔ اور کہہ رہا تھا کہ اگر سیکنڈ شو میں کوئی فلم بھی

لایا جائے تو وہ میرا ساتھ دے سکے گا۔“

”یار“

”بھئی کیا تھا اس نے....“

”میں یہی کہ کیا سسر عمران نے کسی کی فکر نہ کرنے کے لئے تمہیں وہاں فقیر کے ہمیں میں

متعین کیا تھا۔ میں نے کہا ہرگز نہیں۔ اس تو تقریباً پندرہ دن سے فلیٹ ہی میں نہیں آئے۔ اس نے کہا کہ وہاں میرے ہی جیسا ایک فقیر دیکھا گیا تھا۔ میں نے کہا دیکھنے والے کو غلط فہمی ہوئی ہوگی۔ کالوں کی بستی میں مجھ سے مشابہت رکھنے والے بہترے مل جائیں گے۔ بس اتنی سی باتیں پھر ہنسی مذاق۔ کھانا پینا اور اس کے بعد وہ خود ہی مجھے یہاں چھوڑ گیا تھا۔

”ٹھیک ہے۔“ غران سر ہلا کر بولا۔

دوسری صبح اس نے سائیکو سیشن فون کیا اور تیسرے قیدی کے بارے میں پوچھ گچھ شروع کی

”اس سے ابھی تک کچھ نہیں پوچھا گیا۔“ حوالات کے انچارج نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ میں خود ہی آکر دیکھوں گا۔“ غران نے کہا اور رابطہ منقطع کر کے دارا کے گھر کے نمبر فائل کئے۔ دوسری طرف کسی اور نے کال ریسپونڈ کی تھی۔ غران نے اپنا نام بتا کر دارا کے گفتگو کرنے کی خواہش ظاہر کی۔

جلد ہی دارا کی آواز سنائی دی۔ ”شکر ہے غران صاحب وہ تو آپ مجھے سنا تھی نے منع کر دیا تو

ورنہ میں وہاں سے سیدھا پولیس اسٹیشن جاتا۔“

”مختصر یہ کی طبیعت اب کیسی ہے۔“ غران نے پوچھا۔

”خدا کا شکر ہے حالت سنبھل گئی ہے۔ میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں غران صاحب۔ تصور ہی

نہیں کر سکتا تھا کہ نوب شاہ علی اتنا زبردست بد معاش نکلے گا۔ باقاعدہ گروہ بنا رکھا ہے۔ ظالم نے۔“

”فکر نہ کیجئے۔۔۔ میں دیکھ لوں گا۔“ غران نے کہا۔ ”ابن آپ کچھلی رات والے واقعے کا ک

سے ذکر نہ کیجئے گا۔“

”سمال ہے غران صاحب۔۔۔ آپ کتنے بڑے خطرے سے دوچار ہوئے تھے لیکن آپ

پولیس تک کو اطلاع نہیں دی۔“

”میرے کھیل ایسے ہی ہوتے ہیں مسٹر دارا۔ اگر نوب صاحب نے مجھے اپنے برنس

شریک نہ کیا تو یقیناً ان کے ہاتھوں میں جھکڑیاں ہوں گی۔“

”خدا کی پناہ۔۔۔“

”ابن آپ اپنی زبان بند رکھئے گا۔“

”یقیناً مسٹر غران۔۔۔ میں آپ کے مشورے کے بغیر اس معاملے میں کوئی قدم نہیں اٹھا

گا۔ کسی وقت کافی ہانڈ بھی آپ تشریف لارہے ہیں۔“

”ابھی کچھ کچھ نہیں سکتا۔ ویسے سوچ رہا ہوں کہ اسپتال جا کر نوب صاحب کی خیریت دریافت

کر آؤں۔“

”کیا اس کے کچھ آدمی آپ کے قابو میں آگئے ہیں۔“ دارا نے پوچھا۔

”ہاں۔۔۔۔۔ لیکن وہ پچارے نہیں جانتے کہ کس کے لئے کام کر رہے ہیں۔“

”بڑی عجیب بات ہے۔ کوئی خوفناک گروہ معلوم ہوتا ہے۔“

”نہ تو دیکھا جائے گا۔“ کہہ کر غران نے رابطہ منقطع کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی ٹوئیز ایسے راستوں سے گزر رہی تھی جن پر وہ تعاقب کرنے والوں پر

بالکل آجانی نظر رکھ سکتا تھا۔ بہر حال پوری طرح مطمئن ہو جانے کے بعد کہ اس وقت اس کا تعاقب

کتنی کیا جا رہا وہ سائیکو سیشن کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

حوالات نمبر دو میں اس قیدی کا سا سامنا ہوا جو کچھلی بات ہاتھ لگا تھا۔ غران پر نظر پڑتے ہی کسی

فرد کے کی طرح غرانے لگا۔

”نہ زیادہ اونچا اڑنے کی کوشش مت کرو۔“ غران نے نرم لہجے میں کہا۔ ”تمہارے پاس کی بیٹیج

سناں تک نہیں ہو سکتی۔“

”لوگوں پاس۔۔۔ کیا پاس۔۔۔ میں ایک اسن پسند شہری ہوں۔ مجھے جس بیٹیج میں کیوں رکھا گیا ہے۔“

”اس لئے کہ ایک اسٹین گن پر تمہاری انگلیوں کے نشانات ملے ہیں جن کا پر مٹ تمہارے

ہاتھ ہیں۔“

”خدا اسٹین گن زبردستی میرے ہاتھ میں تھما دی گئی تھی۔“

”تم اس وقت کی عدالت کے سامنے جواب دہی نہیں کر رہے اور نہ پولیس والوں کی تحویل

کے ہو کر ریماٹلے بغیر تمہاری چوڑی نہیں ادھیری جاکے گی۔“

”فکر نہ کرو تم کون ہو۔۔۔“

”دہی جو تم ہو۔ اگر تمہارے پاس نے مجھے نہ دیا تو کیس بنا کر تم لوگوں کو

کس کے حوالے کر دوں گا۔ یہی میرا پیشہ ہے اور تمہیں میری طاقت کا اندازہ تو ہو ہی گیا ہو گا کہ

میں تک میرے گروہ کا کوئی آدمی تم لوگوں کے ہاتھ نہیں لگ سکا۔ گم کے ایک اسپیکر کو مار کر تم

”خیر! خیال ہے کہ صرف وہی یہ کام کر سکے گا۔“

”تمہارے ذمے کیا کام ہے؟“

”ہمیں ان جہازوں پر سے سالانہ لانا پڑتا ہے۔ جنہیں برتھ نہ ملنے کی بنا پر گھر پرے پانی میں رکنا پڑتا ہے۔ کبھی کبھی گھر پرے پانی سے گزرتے ہوئے جہازوں پر سے بھی ہمارے لئے مال اتارا جاتا ہے۔“

”نہیں! وہاں سے لاکر بتائے ہوئے گوداموں میں رکھوادینے ہیں۔“

”تین گوداموں کے پتے اس نے عمران کو لکھوائے اور جواد کا وہی حلیہ بتایا جو ساگر اور تمام چاہکے تھے۔“

”حمار سے اتارے جانے والے مال کی نوعیت کیا ہوتی ہے؟“ عمران نے کچھ دیر بعد سوال کیا۔

”ان کا علم ہم میں سے کسی کو بھی نہیں۔“

”جی بات ہے اب تم آرام کرو۔۔۔۔۔“ عمران نے کہہ

”خیر! خیر! کیا ہو گا۔“

”کہ تمہارے پاس نے میرے مطالبات مان لئے تو پھر تمہارے لئے کوئی خدشہ نہیں۔ زمانے

”خیر! وہ تو ہے ہی۔“

”تو پھر یہ بھی سمجھ لے کہ جواد بے حد خطرناک آدمی ہے۔ ریو اور نکالنے میں جس پھرتی کا

اہل کار کا ہے اس کا جواب نہیں ہے۔ ایک ماہر تجربہ دار ہے۔ ہم سب اس سے خائف رہتے ہیں۔“

”اور وہ اس نہیں ہے۔۔۔۔۔؟“ عمران نے سوال کیا۔

”خدا ہی جانتے۔۔۔۔۔ وہ کہتا ہی ہے۔۔۔۔۔ بارہا کہہ چکا ہے کہ آخری آدمی سے وہ خود بھی واقف

”لے۔“

”ات تم اپنا نام بھی بتادو۔۔۔۔۔ اور یہ بھی بتاؤ کہ بظاہر تمہارا پیشہ کیا ہے۔“

”خیر! ان۔۔۔۔۔ اور میں۔۔۔۔۔“

”ان کے فورین ساگر کو جانتے ہو۔“

”یہاں۔۔۔۔۔ کیوں نہیں۔“

”کیا اس کا تعلق بھی تمہارے گروہ سے ہے۔“

”جی! جناب وہاں کا ہر فرد گروہ سے تعلق نہیں رکھتا۔“

”یہ کیوں سمجھ لیا کہ مجھے یا میرے گروہ کو بھی مرعوب کر سکو گے۔“

”اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن صرف ہونٹ مل کر رہ گئے عمران براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔“

”مت۔۔۔۔۔ تم کیا چاہتے ہو۔۔۔۔۔؟“ وہ بالآخر بولا۔

”تمہارے سر براہ کا پی۔۔۔۔۔؟“

”کوئی بھی نہیں جانتا۔ کسی نے بھی اسے نہیں دیکھا۔“

”لیکن مجھے تو میرے سبھی ساتھی جانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی ان پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔“

”وہ تھوک لگیں کر رہ گیا۔ عمران نے سوال کیا۔“ تمہیں کس سے احکامات ملتے ہیں۔“

”جواد سے۔۔۔۔۔ لیکن وہ ہمارا سر براہ نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ خود بھی اس سے خائف رہتا ہے۔“

”یہ جواد کون ہے۔۔۔۔۔؟“

”یہ تو ہم نہیں جانتے۔ لیکن اس کے احکامات اسی کے توسط سے ملتے ہیں۔“

”میرے سلسلے میں اس نے کیا کہا تھا۔“

”ہمیں کہ تمہیں اس طرح گھبرا جائے کہ تمہارے ساتھ ہی ساتھ تمہارے گروہ کے بھی کچھ

لوگ ہاتھ آجائیں۔“

”کیا وہ تم لوگوں میں آکر تم سے گفتگو کرتا ہے۔“

”ہاں۔۔۔۔۔ لیکن کل اس نے سارے احکامات فون پر دیتے تھے۔“

”وہ کہاں مل سکے گا۔“

”ہمیں جہاں ملتا ہے اس جگہ کا پی۔ تا سکتا ہوں۔ میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ رہتا

”بھی وہیں ہو گا۔“

”کہاں ملتا ہے۔۔۔۔۔؟“

”سادھو پارے میں رحمت بلڈنگ ہے اس کے فلیٹ نمبر پائیس میں ہمیں طلب کر کے کام پڑتا ہے۔“

”وہاں تو زیادہ تر مرد رہتے ہیں۔“

”اس کا حلیہ بھی مردوں ہی جیسا ہوتا ہے۔“

”کیا وہ میرا بیٹا تمہارے پاس تک پہنچا سکے گا۔“

دو کسوں کا چھوٹا سا فلیٹ تھا اور وہاں کے مسلمان نے بھی ظاہر نہیں ہو تا تھا کہ اس کا تعلق کسی مذہب سے ہو گا۔

عمران نے بڑی تیزی اور احتیاط سے فلیٹ کی تلاشی لینی شروع کی اور بلا آخر الماری میں اسے ایک فیس ماسک پڑا دکھائی دیا اس کے قریب ہی سگریٹ کی ایک ڈبیہ بھی پڑی ہوئی تھی۔ عمران نے جب سے رومال نکالا اور اسے انگلیوں پر لپیٹ کر اس ماسک کو الٹ پلٹ کر دیکھا شروع کیا۔ اس ماسک کی آنکھوں کے سوراخوں کے اوپر ایک بھوں سیاہ بالوں کی جھٹی اور دوسری سفید بالوں کی ناک کے نیچے کا نشان بھی بہت واضح تھا۔

اس کے بعد اس نے سگریٹ کا پیکٹ اٹھایا۔ وہ خالی تھا اور اس کے اندر سرخ روشنائی سے "میں نے خرچ کیا" تحریر تھا۔

عمران نے طویل سانس لی اور اس ڈبیہ اور ماسک کو بڑی احتیاط سے رومال میں لپیٹ کر باہر نکل آیا۔ فلیٹ کو دوبارہ مشغل کیا اور سائیکلو منیشن کی طرف روانہ ہو گیا۔

کچھ بات بنی..... "صفر نے پوچھا۔

بڑی حد تک..... جو اپنا ننگ کا فیس ماسک استعمال کرتا رہا ہے اور سنو وہ سگریٹ کی خالی ڈبیہ لائی نہیں ماسک کے قریب مل گئی جو کسٹمز انکسٹر باسٹ رشید سے چھینی گئی تھی۔ اس کے اندر "میری جہاز کا نام تحریر ہے۔ ہو سکتا ہے وہ ایسا ہی جہاز ہو جسے ابھی تک برٹش ایئر لائنز نے ہوا اور ان کے پاس اس جہاز کا نام بھی موجود ہو گا۔"

اسکان ہو سکتا ہے۔ "صفر نے کہا۔

وہ سائیکلو منیشن پیچھے اور عمران سید صاحب فکر پرنت کی کشش کی طرف چلا گیا اور اس کے انچارج ماسک کے نیچے ایک سگریٹ کیس بھجوا دیا تھا۔

یہاں..... اس پر سے نشانات اٹھائے نہیں گئے۔ اس نے جواب دیا۔

نات فیس ماسک اور سگریٹ کی ڈبیہ ہے۔ ان پر سے بھی نشانات اٹھا کر سگریٹ کیس والے سے سوازیہ کرنا۔

"میں نے جہاز چننا۔"

عمران صفر کے کمرے میں آ بیٹھا۔ یہاں جالی تاشتر واٹر بھی موجود تھی۔

"اچھا اب اپنے ان ساتھیوں کے بارے میں بتاؤ جو پچھلی رات تمہارے ساتھ تھے۔"

"نہ تم ایک دوسرے کے ناموں سے واقف ہیں اور نہ ایک دوسرے کے ٹھکانوں سے واقف ہیں۔ جو ہمیں فردا فردا فون کر کے سادھو پڑا لے والے فلیٹ میں اکٹھا کرتا ہے اور جو کام ہوتا ہے وہیں اس کے بارے میں ہمیں ہدایات مل جاتی ہیں۔"

"براؤ خوبصورت طریقہ ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اگر پکڑے جاؤ تو خود جہنم رسید ہو جاؤ اور اس کا بال بھی پکڑا ہو سکے۔"

عمران نے اسامہ بنا کر رہ گیا۔ کچھ بولا نہیں۔

"تھوڑی دیر بعد عمران صفر کے کمرے میں بیٹھا اسے دعوت فکر دے رہا تھا کہ وہ جو اس کی شخصیت کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرے۔"

"مجھے تو سامنے کی بات لگ رہی ہے۔" صفر نے تھکر لچھے میں بولا۔

"تو اب شاطر ہی جو اس کا بہرہ پھر تار پاتا ہے۔ کیونکہ ہسپتال پہنچ جانے کے بعد سے وہ فون پر اپنے کارپردازوں سے رابطہ رکھ رہا ہے۔ بالمشافہ انہیں ہدایات نہیں دے سکے۔"

"ہوں.....؟" عمران صرف سر ہلا کر رہ گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "تم اپنی فوجی جہاز کی جہاز ہم ذرا سادھو پڑا لے والے فلیٹ کو دیکھیں گے میں بھی معمولی سا میک اپ کے لیتا ہوں۔"

"اچھی بات ہے..... لیکن اسے کھڑا کر کے کیا ضرورت ہے۔"

"مجھے یقین ہے کہ فلیٹ مشغل ہو گا۔ غیر قانونی طور پر قتل کھولنا پڑے گا۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی طوفان اٹھ کھڑا ہو۔ لیکن اگر تم فوجی وردی میں فلیٹ کے سامنے موجود رہے تو کوئی تم سے کچھ پوچھنے کی جرأت نہیں کرے گا۔"

"اچھی بات ہے..... تو پھر آپ بھی تیاری کیجئے میں اپنی وردی نکالتا ہوں۔"

ایک گھنٹے بعد وہ دونوں ایک چپ میں سائیکلو منیشن سے روانہ ہوئے۔ عمران کو اس وقت بحیثیت عمران نہیں پہچانا جاسکتا تھا سادھو پڑا لے کر رحمت بلاڈنگ کے سامنے ہی چپ ہو گئی۔

فلیٹ نمبر پالیس تیسری منزل کا ایک کارٹر فلیٹ تھا۔ عمران کے اندازے کے مطابق وہ مشغل ہی ملا۔ اس وقت عمارت سنسان پڑی تھی۔ کسی نے ان کی طرف خصوصی توجہ نہ دی۔ عمران قتل

کھول کر اندر پہنچا۔ صفر دروازے ہی پر غما رہا۔

”بیلے کام کر کے مجھے خوش خبری سناؤ۔ اس کے بعد وہ کام بھی ہو جائے گا۔“ عمران نے کہا  
”مطلقاً کچھ کے گزری دیکھی اور پھر اپنے ہی شکر پر نٹ کشن کو فون کیا اور پتہ چارج سے فکڑ  
کسٹن کے بارے میں پوچھے گا۔“

”کریٹ کیس سے اٹھائے جانے والے نشانات اور ماسک کے نشانات میں کوئی فرق نہیں۔“

”کے کی ڈیوہی نشانات نیلے ہیں۔“

”فکڑ یہ....“ کہہ کر عمران نے رابطہ منقطع کر دیا اور چھت کی طرف اس طرز منہ اٹھایا جیسے  
کہہ رہی تھی آواز نکل کر کمرے سے نکل بھاگے گا۔

”کون ان کی بجائے اس نے فون پر دراز کا کافی ہاؤز کے نمبر ڈائل کئے اور دراز کو پوچھا۔ کال اس  
کے کلف کر دی گئی اور دراز کی آواز سن کر عمران نے کہا۔ ”کہنے نوب خاطر کی بھی  
تعلیم ہوئی یا نہیں۔“

”جس کے لئے عمران صاحب! فوراً آئیے.... درندہ یہاں پتہ نہیں کیا ہو جائے۔“ دراز نے

”کون آواز میں کہا۔“

”کیا بات ہے۔“

”مجھے برابر حکمیاں مل رہی ہیں۔ کیا آپ نے ان کا کوئی آدمی پکڑ لیا ہے۔“

”کون تو.... بس وہی دو ہیں جنہوں نے دن میں مجھ پر حملہ کیا تھا اور جن کے بارے میں  
مجھے پتہ ہے پوچھا تھا۔“

”جس کے بارے میں ہوتا۔“

”جس کے بارے میں ہوتا۔“ دراز کی آواز آئی۔

”جس کے بارے میں ہوتا۔“ دراز کی آواز آئی۔

”جس کے بارے میں ہوتا۔“ دراز کی آواز آئی۔

”جس کے بارے میں ہوتا۔“ دراز کی آواز آئی۔

”جس کے بارے میں ہوتا۔“

”جس کے بارے میں ہوتا۔“

”جس کے بارے میں ہوتا۔“

”جس کے بارے میں ہوتا۔“

”جس کے بارے میں ہوتا۔“

”کیپٹن فیاض بہت شدت سے تمہاری تلاش میں ہے۔“ اس نے اطلاع دی۔

”بھیرا اسی کے ہاتھ لگے گا۔ میں تو بالکل چند ہو کر رہ گیا ہوں۔“

”کیا مطلب....“ صفدر چونک کر بولا۔

”کیس باضابطہ طور پر اسی کے حکم میں پہنچ گیا ہے۔“

”اور تم خواہ مخواہ اپنا ہوا اور ہمارا وقت برباد کر رہے ہو۔“

”منفصل باتیں نہ کرو.... ہمیں یہ قطعی نہ سوچنا چاہیے کہ کسی معاملے کا تعلق کسی خاص محلے

سے ہے۔ بلکہ جہاں جو غلط بات نظر آئے اس کے تدارک کے لئے خود کو مشغول کرنی چاہئے۔ جس

تیز رفتاری سے میں نے کام کیا ہے فیاض کا حکم اس کے لئے مہینوں جھک مارتا۔“

”تو پھر وہ تمہاری دشمنی پر کیوں کر رستہ رہتا ہے۔“ جو لیا جھلا کر بولی۔

”یہ اس کی بد نصیبی ہے۔ اس میں میرا کوئی دخل نہیں۔“

”سائیکو مینشن میں عمران کا اپنا بھی تو ایک مخصوص کمرہ تھا۔ وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں

آیا اور فون پر کیپٹن فیاض کے نمبر ڈائل کئے دوسری طرف سے فیاض ہی کی آواز آئی۔ عمران کا

آواز پچپان کر اس نے الجھا چلا تھا لیکن عمران نے سختی سے کہہ۔ ”اگر تم نے میری بات نہ سنی تو میرے

یہ پورا کیس سول پولیس کے کسی سب انسپکٹر کے حوالے کر دوں گا۔ جتنی جلدی میں نے اس کیس

کام کیا ہے۔ جھلا کر دیکھتے بھی نہ کر سکتے اور یہ تکلیف میں نے محض اس لئے برداشت کی ہے کہ

نے جوزف پر ایک بے تکالاف لکھا تھا جسے تم ثابت بھی نہ کر سکتے۔ بہر حال میں تمہیں فی الحال

گوداموں کے پتے کھو ہا ہوں ان پر چھاپے مارنے کیلئے وارنٹ ہوا۔ یہ گودام اسی اسٹور کے

جس کے پکڑ میں باسٹر رشید مارا گیا تھا۔“

”اچھی بات ہے.... میں دیکھوں گا۔ تم پتے کھو دو۔ لیکن اگر اس کا انجام میرے خلاف ہو

پھر سمجھ لو کیا ہو گا۔“ فیاض کی آواز آئی۔ عمران نے پتے کھو کر کہا۔

”مجھے یقین کامل ہے کہ گودام کے مالک کا سر نہ نہیں مل سکے گا۔“

”پھر کیا فائدہ....“

”یاد میں اس کا پتا بھی تمہیں بتاؤں گا۔ دراصل میرے کام لو رات کے لئے دوسرا کام بتاؤں گا۔“

”وہ کیا ہے۔“

جہاں کوڑے ڈالتے پر جم گیا اور دوسرا دارا کے ہاتھوں میں جھکڑیاں ڈالنے میں شاہد کی مدد کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد دارا فرسٹ پراؤنڈ حانڈ اپ ہاتھ۔

”جس تم سب کو دیکھ لوں گا۔“ وہ دانت پیس کر بولا۔

”معتدل باسلر شید کے کمرے میں تم اس رات کیا کر رہے تھے جب اس کا قتل ہوا تھا۔“ عمران

پوچھا۔ ”اور وہاں سے تم نے کسے فون پر اطلاع دی تھی کہ باسلر شید کے قتل میں کوئی ایسی چیز

نہیں تھی۔ جس سے گروہ کی نشاندہی ہو سکے۔“

”جھوٹ ہے۔۔۔۔۔ الزام ہے۔“

”کوئی کے ریسپور سے تمہاری انگلیوں کے نشانات اٹھائے گئے تھے۔ تم کیا سمجھتے ہو۔ میں اس

بائلر شید کی خواب گاہ کے پردے کے پیچھے موجود تھا۔ جب تم نے وہاں سے کسی کو فون کیا تھا۔“

”ناہو گا۔۔۔۔۔“ دارا غریب۔ ”لیکن تم اسے ثابت نہیں کر سکو گے کہ میں کسی کا قاتل ہوں۔“

”ختم کا عمل ہو۔۔۔۔۔ ضرغ نام۔۔۔۔۔ ساگر اور غفران سرکاری گواہ بن گئے ہیں۔“

”جس نہیں جانتا کہ تم کن لوگوں کا ذکر کر رہے ہو۔“

”گن وہ تو جو لوگ جانتے ہیں، ساگر اور ضرغ نام کی موجودگی میں جو لوگ نے باسلر شید کے پہلو میں

رات گزارا تھا۔“

”جس نہیں جانتا کہ تم کس جوا کا ذکر کر رہے ہو۔“

”رست لڈنگ کے قلیف نمبر یا پس سے وہ فیس مالک مل گیا ہے جسے جوا دستمال کرتا تھا اور

کس مالک پر صرف تمہاری انگلیوں کے نشانات ہیں۔ سگریٹ کا وہ پیکٹ بھی مل گیا ہے جو تم

معتدل باسلر شید کی جیب سے اڑایا تھا۔ اس پر بھی تمہاری انگلیوں کے نشانات ہیں۔ بہر حال

پہلے سترکل کو بھی دیکھ لیا جائے گا اور اب تک ان تینوں گواہوں پر بھی چھاپے پڑ چکے ہوں

”جس میں مال رکھا جاتا ہے۔“

”گروہ جنم میں جاؤ۔۔۔۔۔ دیکھا جائے گا۔۔۔۔۔ میں آخری آدمی نہیں ہوں۔ تم لوگوں کے

بے اثر جانیں گے۔“

”کوئی آدمی کا پیسہ تو شاہد تمہارے ساتھ کچھ رکھتا ہو جائے۔“

”جس نہیں جانتا۔۔۔۔۔ جانتا بھی ہوتا تو ہرگز نہ بتاتا۔ ہاں میں قاتل ہوں۔ پھانسی ہوگی۔ مر

”کہہ دیجئے کہ میں ان کے برس میں حصہ چاہتا ہوں۔ اگر نہ ملا تو پورا گروہ نذر ہو گا۔“

”جب۔۔۔۔۔ بہت بہتر۔۔۔۔۔ میں کہہ دوں گا۔ لیکن آپ آجاتے تو اچھا ہوتا۔ مجھے ایسا محسوس

ہو رہا ہے جیسے انہوں نے کافی ہانڈ کو گھیر لیا ہو۔“

”فکر نہ کیجئے۔ میں سی آئی ڈی والوں کے ساتھ فوراً پہنچ رہا ہوں۔“ عمران نے کہا اور رابطہ

متقطع کر دیا۔ پھر اس نے کیپٹن فیض کو رنگ کیا تھا۔ اس سے کچھ تھوڑی سی باتیں ہوئیں۔ پھر

عمران نے اپنا میک اپ ختم کیا اور صندوق کو کچھ دیا۔ دے کر دارا کافی ہانڈ کی طرف روانہ ہو گیا۔

باہر ہی اسٹپر شاہد سے ملاقات ہوئی۔ اس کے ساتھ دو افراد اور بھی تھے۔ انہیں کافی ہانڈ میں

بٹھا کر وہ اسٹپر شاہد کو ساتھ لے ہوئے دارا کے آفس میں داخل ہوا۔ دارا نے اٹھ کر ان کا استقبال

کیا دے وہ خاصا خوش فزہ نظر آ رہا تھا۔

”جس لوگوں پر آپ کو شبہ ہو مسٹر دارا ان کی نشاندہی کر دیجئے۔“ عمران نے کہہ۔ ”یہ سی آئی

ڈی کے اسٹپر شاہد ہیں۔“

شاہد نے دارا سے مصافحہ کیا اور دارا کی پر بیٹھ کر ہانپنے لگا۔ ”میری کچھ نہیں

آتا کہ میں کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں کاش نواب شاطر کے خلاف میرے پاس کوئی واضح

ثبوت ہو تا۔“

”اسٹپر شاہد۔۔۔۔۔“ عمران بے حد سر دلچے میں بولا۔ ”بسط رشید کے قاتل کے ہاتھوں میں

جھکڑیاں ڈال دو۔“

”کیا مطلب۔۔۔۔۔“ دارا اچھل کر کھڑا ہو گیا اور پھر ساتھ ہی اس نے میزائلٹ دی۔ عمران

پہلے ہی اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا تھا۔ البتہ شاہد میر کی زد میں آ گیا۔

دارا نے پیسہ نہیں کہاں سے ختم نکال کر عمران پر چھلانگ لگائی تھی کہ شاہد کے ریوالت سے

شعلہ نکلا لیکن وار خالی گیا دوسری طرف دارا کا ختم ہوا تھا۔ عمران کی گرفت میں آ گیا اور وہ اٹھ

بڑی بے دردی سے سروڑ رہا تھا۔

”ختم پھینک دو رتہ کھو پڑی میں سوراخ ہو جائے گا۔“ شاہد نے کہا۔

”فائرسٹ کرنا۔ فی الحال اس کا زخمہ رہنا ضروری ہے۔“ عمران غریب اور دفعتاً دارا کو کر لار

ٹخ دیا۔ ختم جاکر اٹھا۔ فائر کی آواز سکر شاہد کے دونوں ماتحت بھی دفتر میں گھس آئے ایک ریوالت

کچھ دیر بعد اس نے کپٹن فیاض کے نمبر ڈائل کئے دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا۔  
 اتنی بات تم نے نکال کر دی۔“ فیاض کی چھک سنائی دی۔ ”ان گوداموں سے اسلحے کی بیٹیاں بھی  
 نہ ہوتی ہیں اور جو کیداروں نے تیار کیا تھا کہ وہ کسی جواد صاحب کے گودام ہیں۔ تمہارا شکریہ کہ  
 جواد صاحب کو ساتھ لے آیا ہے۔“

کپٹن جواد آخری آدمی نہیں ہے۔ آخری آدمی کو اب تم خود تلاش کر لیتا۔“ کہہ کر  
 اس نے رابطہ منقطع کر دیا اور اس طرح کام نہ بنائے ہوئے آرام کر ہی پر گر پڑا جیسے نادان فحش میں  
 کوئی لکھائی چیز کھا گیا ہو۔

کپٹن ایک اٹھ بیٹھا اور فون پر جو لیا فکس واٹر کے نمبر ڈائل کر کے ایکس ٹو کی آواز میں اُسے  
 کہنا۔

”دوسری طرف سے آواز آئی۔

”ران کبھی کوئی غلط قدم نہیں اٹھاتا۔ بلاخر یہ ہمارے ہی محکمے کا کیس بن گیا ہے۔“

”کیس کبھی جناب....؟“

”انچوٹوں کو داماؤں میں دوسرے سالان کیسا تھا اسکل کیا ہوا آفتیں اسلحہ بھی موجود ہے۔“

”تو توجہ ہاں.... ہمارا ہی کیس ہے۔“

”ستار کے پاس گوداموں کے پتے موجود ہیں۔ تم لوگ بھی انہیں دیکھنے کی کوشش کرو۔“

”تو توجہ.... ابھی سب کو آگاہ کرتی ہوں۔“

”تو توجہ.... اس نے آنے میں دیر نہ لگائی۔

”ال جان ہوئی اس مردود سے یا نہیں....؟“

”تو توجہ.... کوشش کر رہا ہے لیکن میں خود ہی منہ نہیں لگا رہی۔“

”کپٹن یہ سلسلہ چلے گا۔“

”کپٹن جان میں جان ہے۔“

”تو توجہ.... یہ خدا نا تجربہ کار ہوا۔“

”کیس کبھی جناب....؟“

جاؤں گا کی فرق پڑے گا۔ مرنا تو دیے بھی تھا۔ ایک دن لیکن تم سبھوں کے چھوڑے اڑ جائیں گے  
 تم دیکھ لیتا۔“

”وہ فون نمبر تو تمہارے فرشتے بھی بتائیں گے جس پر تم نے باسٹا رشید کے فلیٹ سے کسی  
 نامعلوم آدمی سے گفتگو کی تھی۔“

”اوہ.... ضرور.... ضرور.... لکھ لو وہ فون نمبر.... اگر تم اسے تلاش کر کے تو چھانی پانے

سے قتل اپنی آدمی دولت تمہارے نام لکھوا جاؤں گا۔“

پھر سچ کا اس نے ایک فون نمبر بتا کر کہا۔ ”تم سنیں سے فون کر کے اس سے گفتگو کر سکتے ہو۔“

”فضول باتوں میں نہ پڑیے۔“ اسکی شاہد بولا۔ ”مجھے اجازت دیجئے کہ میں اسے یہاں سے

لے جاؤں۔“

”ٹھیک ہے۔ لے جاؤ....“ عمران نے کہا اور کافی باؤز سے نکل آیا۔ قہقہے ہی فاصلے پر مصدر اور

نعمانی بھی ایک جیب میں موجود تھے۔ عمران اپنی جیب میں آبیٹھا اور فلیٹ کی طرف چل پڑا۔ اب

یہاں سے ساکیو مینشن نہیں جانا چاہتا تھا۔ مصدر اور نعمانی اس کے پیچھے چلے تھے کچھ دور جا کر عمران

نے انہیں ٹرانس میٹر پر مخاطب کر کے کہا۔ ”تم دونوں ساکیو مینشن جاؤ.... میرے پیچھے نہ آؤ۔“

اور پھر وہ اپنے فلیٹ میں پہنچا۔ جلد از جلد اس فون نمبر کو آزمایا چاہتا تھا جو دار نے انتہائی غصے کے

حالم میں انہیں بتاتے ہوئے دعویٰ کیا تھا کہ وہ اس نمبر کا سربراہ نہیں پا سکتے گے۔

”اس نے فون پر وہی نمبر ڈائل کئے اور دوسری طرف سے کسی کتے کے بھونکنے کی آواز آئی

اور پھر کسی نے غرا کر پوچھا۔ ”کون ہے....؟“

”علی عمران....“

”کوہو.... تم ہو....؟“ اچھا اب اپنے کفن فون کا انتظام خود ہی کر لو۔ مجھے ایک ایک بل کی

خبریں پہنچ رہی ہیں۔ پورے شہر کو جہنم بنا کر رکھ دوں گا۔“

”خود کہاں ہو گے۔“ عمران نے پوچھا۔

”سٹاپ“ کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا گیا۔ عمران نے لوگوں کی طرح دیدے بچائے اور ریسرچ

کر یل کر رکھ کر سوچنے لگا کہ یہ آواز نواب شاطر کی تو نہیں تھی۔ شائد دار نے خود کو شے سے

بالا تر کھینے کے لئے نواب شاطر والے واقعہ سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تھی۔ شائد اس میں

کامیاب بھی ہو جائے گا۔ عمران نے اُسے باسٹا رشید کے فلیٹ میں پہلے ہی نہ دیکھ لیا ہو تا۔

”میں خود ہی اپنی دیکھ بھال کر لیتا ہوں۔“

اصل خطرہ کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔“ فیاض نے کہا۔ ”وہ بے حد خطرناک آدمی ہے اور پھر

میں نے تو ہوشیار رہنا ہی چاہئے۔“

”یہاں سے گفتگو کر چکے ہو۔“

”نمبر ڈائل کرتے ہی پہلے کتے کے بھونکنے کی آواز آتی ہے پھر وہ غرائے گلتا

تھکتا دینے لگتا ہے۔“

”نہیں کی دھمکیاں۔“

”کہہ کر اس کیس کو ای سرطے پر ختم نہ کر دیا تو وہ پورے شہر کو جہنم بنا کر رکھ دے گا اور

نکتہ بھی کسی کی رسائی نہیں ہو سکے گی۔“

”نکتہ بہت تاؤ آتا ہو گا۔“

”نہیں تو یہ ہے کہ اگر وہ تمہارے پیچھے پڑ گیا تو تم کیا کرو گے۔“ فیاض نے اس کی بات کو نظر

کے کھانا۔

”میں نہیں کچھ نہیں سوچتا۔ جب وہ حملہ آور ہو گا۔ اُسی وقت دیکھا جائے گا۔“

”میرا جان ان کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کیس کو دارا ہی پر ختم کر دینا چاہتا ہے۔“

”انہی ان کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔ تم کیس عدالت میں پیش کر دو۔ ورنہ

اللہ کچھ جائے گا۔“

”میں یہی سوچ رہا تھا۔“

”اب یہ سر سلطان ہی کے ٹھکے کا کیس بن گیا ہے۔“

”کیس کیس۔“

”نہیں اسلئے بھی تو برا آمد ہوا ہے ان کو داموں سے۔“

”نہیں اندازہ دینا اسلئے اندازہ بھی جاری رہے گی۔“

”سلطان نے درخواست کی تو۔ ورنہ میرا اس نامعلوم آدمی سے کئی معاملہ تو چلتا ہی رہے

ہے کہ میری دینا اندازہ ہی کی بنا پر اتنی جلدی یہ کھیل ختم ہو گیا ورنہ دوسرے

نکتہ ٹھکرتے رہتے۔“

”ابھی تم دونوں ہی شادی کے قابل نہیں تھے۔ خولہ خولہ یہ تقریب برپا ہو گئی۔ خیر وہ کچھ

بھکاری کیا کر رہا ہے۔“

”پڑا سو رہا ہے۔ کسی ہو میو پیٹھ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس کی نشے کی خواہش کا خاتمہ کر دے

اس سے دو اکین لاکر کھا رہا ہے۔“

”اچھی خبر ہے۔۔۔۔۔ اگر اس دوران میں تیرے شوہر نامہ اور کوئی نئی نہیں سوچ جاتی۔ سلیمان

کہاں ہے۔“

”خدا جانے۔۔۔۔۔ جب تک جیب میں پیسے ہیں۔۔۔۔۔ مگر میں قدم نہیں نکلیں گے۔“

”مگر یہ کہ۔۔۔۔۔ مغلل کر کے ماروں گا۔“

”اگر آپ ہی سہہ لگانا چھوڑیں تو خود بخود سنبھل جائے گا۔ مجھے یقین ہے۔“

”اچھا جی۔۔۔۔۔ تو اب تو بھی مجھے ہی الزام دے گی۔“ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔ اتنے میں فون

ٹھکتی تھی اس نے ریسورٹا گھر گرج کو جانکا اشارہ کیا۔ دوسری طرف سے کیپٹن فیاض کی آواز آئی

”واقعی بڑی عجیب بات ہے۔“ فیاض کہہ رہا تھا۔ ”فون کا سراغ نہیں مل سکا۔ جس پر پتہ

کے مل جاتے ہیں وہ خالی پلاٹ پڑا ہوا ہے۔ اس پر بھی ابھی تک کوئی تعمیر نہیں ہوئی۔ اب پلاٹ

کے مالک کی تلاش جاری ہے۔“

”مل جائے تو مجھے بھی مطلع کرنا۔“ عمران نے کہا۔

”نہیں بس۔۔۔۔۔ اب تم آرام کرو۔۔۔۔۔ ہم دیکھ لیں گے۔“ فیاض بولا۔

”میں آرام نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ نامعلوم آدمی میرے علاوہ کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ خیر

ٹیلی فون کے بلوں کی ادائیگی بھی ہوتی ہے یا نہیں۔“

”اس سلسلے میں پوچھ گچھ ہو رہی ہے۔ ابھی مجھے رپورٹ نہیں ملی۔ ملے پر مطلع کروں گا۔“

”بہت بہت شکریہ۔۔۔۔۔ بہت زیادہ شرافت کا مظاہرہ کر رہے ہو۔“

”لیکن مجھے اب بھی یقین ہے کہ وہ جوزف ہی تھا۔“ فیاض نے کہا۔ ”اگر تم پہلے ہی سے

چکر میں نہیں تھے تو فوری طور پر یہ کیسے معلوم کر لیا تھا کہ متوکل کسٹریا ٹیلی فون کا آدمی تھا۔“

”تب ان باتوں میں کیا کر کھا ہے۔ اپنے کام سے کام نہ کرو۔“ عمران نے کہا۔

”میں اب کچھ سادہ لباس والے تمہاری دیکھ بھال کے لئے روانہ کر دوں۔“



”انتہا اونچا اونچا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“ فیاض کے لہجے میں بیزاری تھی۔

”میرا اپنا ذاتی خیال نہیں ہے۔ اسی کی رائے ہے۔“

”خیر خیر.... دیکھا جائے گا۔“ کہہ کر فیاض نے رابطہ منقطع کر دیا۔ عمران نے بھی ریسپورڈ رکھا۔

تھاکر گھنٹی بج چکی تھی۔ اس نے پھر ریسپورڈ اٹھایا۔ دوسری طرف سے کتے کے بھونکنے کی آواز آئی تھی۔

”شروع میں بھونکنے ہی ہو گیا....؟“ عمران نے پوچھا۔

”جو کوس بند کرو۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”تم نے ان لوگوں سے برنس کی شرکت کی بات کی تھی جو اختیار نہیں تھے۔“

”تو پھر میں کس سے بات کرتا۔ تمہارا فون نمبر تو دارا نے بڑی جھانٹ کے ساتھ مجھے بتایا اس دعوئی کے ساتھ کہ اس کے باوجود بھی اس کا پتہ نہیں لگایا جاسکتا۔“

”میں ایک انٹیکے کار پر دارا سے محروم ہو گیا ہوں اس پر مجھے بے اندازہ غصہ ہے۔“

”اس کے باوجود بھی تمہارا برنس جاری رہے گا کیونکہ....؟“ عمران نے سوال کیا۔

”مے کو ن روک سکتا ہے۔ ان تین گونداموں کی حقیقت ہی کیا تھی۔ بس یہ سمجھ لو کہ جو لوگ اس وقت پولیس کی گرفت میں ہیں وہ اس سے آگے کا حال نہیں جانتے۔ لاکھ دودھوں۔“

”ہاں تو اب مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا ہو گا۔“

”کس سلسلے میں....؟“ پوچھا گیا۔

”تمہارے برنس میں حصہ حاصل کرنے کے لئے۔“

”کیا تم واقعی سنجیدہ ہو....؟“

”یقیناً.... درنہ میں اپنی زندگی کو خطرے میں کیوں ڈالتا....؟“

”مگر میں نے دو فیصد بھی تمہارے حوالے کر دیے تو تم چھ ماہ میں کروڑ پتی ہو جاؤ گے۔“

”ویری فائن.... میں بالکل تیار ہوں۔“

”اچھا تو آج رات کو اسی جنگ یاد میں تمہارا جہان بچھل رات کو تھے۔“

”تمہا کیوں بلار ہے ہو....؟“

”یہ برنس ایسا نہیں ہے کہ تمہارا شر شب ڈیڑ پر دستخط کرانے کیلئے کچھ گلوہ بھی اپنے ساتھ لائے۔“

”اچھی بات ہے دوست تم بھی کیا یاد کرو گے۔ میں ضرور آؤں گا۔“

”دیکھنی اگر انٹیک کے کا پلا بھی تمہارے ساتھ ہوا تو نتیجے کے خود دمہ دار ہو گے۔“

”فکر نہ کرو.... میں جو کچھ کہتا ہوں اس پر قائم رہتا ہوں۔ اب تک بڑے بڑے ترم خاتون نے جک چکا ہوں۔ اور مجھ لکھ زندہ اور سلامت ہوں۔“

”تمہارے گردہ میں کتنے آدمی ہیں۔“

”صرف چار عدد....؟“

”ایک سینک سے ملانہ کتنی آسانی ہو جاتی ہے۔“

”ان آدمی کہ ہم پانچوں عیش کرتے ہیں۔“

”مجھے عرصہ سے ایسے کسی آدمی کی تلاش تھی جو پولیس سے بھی قریب ہو۔ تم اس میدان پر آتے ہو۔ اس لئے بات بن جائے گی۔“

”میں نے چار ڈاؤں آدمی بھی شریک ہوں گے۔“

”دارا ذاتی معاملہ ہے۔ چار ہوں یا چالیس مجھے اس سے سروکار نہیں۔“

”اچھا تو پھر آج رات کو اسی جنگ یاد میں....؟“ عمران نے کہا۔

”ان آدمی ایک گیارہ بجے۔ لیکن ایک بار پھر سن لو کہ تمہا آؤ گے۔“

”جسٹ اس لئے لگائی میں اسی پر قائم رہوں گا۔ تم بے فکر رہو۔“ عمران نے کہا اور دوسری طرف رابطہ منقطع ہونے کی آواز سن کر ریسپورڈ کر بیٹل پر کھ دیا۔

”ان آدمی آنکھوں میں ذرہ برابر بھی تشویش کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے فون کھینچ کر نمبر ڈائل کئے اور صفدر سعید سے کنکٹ کرنے کو کہا۔

”دوسری طرف سے صفدر کی آواز آئی۔

”میںوں کو انکمی اپنی ہی تحویل میں رکھنا.... فیاض کے حوالے کرنے کی ضرورت نہیں۔“

”کیوں ہی اسکیں....؟“

”ان نے آخری آدمی کے ہاتھ لگنے سے پہلے میں انہیں اپنی ہی تحویل میں رکھنا چاہتا ہوں۔“

”صرف عدالت میں کیا ہو گا۔ ان تینوں کی شہادت کے بغیر دارا کے خلاف کیس کڑور ہی رہے گا۔“

”ان کے کسی دوست ہے۔ خیر فی الحال انہیں اپنے پاس روکنا ہے۔ اگر ضرورت پڑی تو دیکھا جائیگا۔“

”ان نے رابطہ منقطع کر کے طویل سانس لی اور پھر آرام کر پی ریشم دروازہ ہوا دیکھتے لگا۔

اسی شام کو اس نے اس ویران جنگ یارڈ میں جانے کی تیاریاں شروع کر دیں جس میں بھینا رات کو ایک خطرناک تجربہ ہو چکا تھا۔ قریباً سات بجے اس نے پھر اس نامعلوم آدمی کی کال ریسیو کی وہ کہہ رہا تھا۔

”تم ٹھیک گیارہ بجے وہاں پہنچو گے اور میں گیارہ اور بارہ کے درمیان وہاں تم سے ملوں گا۔“

”تو کیا مجھے بارہ بجے تک تمہارا انتظار کرنا پڑے گا؟“ عمران نے پوچھا۔

”بالکل یہی بات ہے۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”لیکن بارہ نہیں جییں گے۔ تم مطمئن

رہو۔ بارہ اور گیارہ کے درمیان کی بات ہے۔“

”میں سمجھ گیا۔“

”اور ایک بار پھر سن لو کہ اس پاس کسی اور کی موجودگی کا علم مجھے ہو جائے گا اور پھر جو کچھ بھی

ہو گا اس کی ذمہ داری سنبھالی ہو گی۔“

”بار بار یاد دلاؤ میں وہی کرتا ہوں جو کچھ میری زبان سے نکل جائے۔ قطعی تمہا آؤں گا۔ لیکن

خالی ہاتھ نہیں ہوں گا۔“

”اچھی پردہ نہیں۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”تم اپنے ساتھ جو اگلے چاہو لا سکتے ہو۔“

”صرف ریوالور ہو گا میرے پاس۔“ عمران نے کہا۔

”مجھے منظور ہے۔“

دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہونے کی آواز سن کر عمران نے بھی ریسیو کر ٹیل پر رکھ دیا

اس کال کے بعد سے اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ لیکن اُسے وہاں اکتا

ہی جانا تھا۔ اُس نے اپنے ماتحتوں سے بھی اس کا ذکر نہ کیا کہ وہ کسی سے کیا گفتگو کر چکا ہے۔

سازھے نو بجے کے قریب اس نے ہتھکڑیوں کا ایک جڑا لیا تھا۔ بلی ہو لستر میں ریوالور رکھا تھا۔

فالتو رابطہ لئے تھے اور نو سیٹر میں بیٹھ کر کلکی کھڑا ہوا تھا۔ ایک اچھے سے ہوٹل میں کھانا کھایا

ٹھیک سازھے دس بجے بندرگاہ کے علاقے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اپنے انداز کے مطابق وہ صر

پندرہ منٹ میں اُس جنگ یارڈ تک پہنچ سکتا تھا۔

گاڑی اس نے جنگ یارڈ کے باہر ہی ایک محفوظ جگہ پر اندر صرے میں چھوڑ دی اور پیدل چلا

ارت سے اُگ کے لپٹیں اٹھ رہی تھیں۔ عمارت کا کچھ لمبہ گاڑی کے اس ڈھانچے کی چھت پر

لگا تھا جس میں عمران چھپا بیٹھا تھا۔ عمارت پوری طرح جاہ ہو گئی تھی۔ اُگ کی لپٹوں سے جنگ

یگا ستر حصہ روشن ہو گیا تھا۔ عمران نے ہو لستر سے ریوالور نکالا اور نکاسی کے راستے کی طرف

لگا۔ یہ چند کہ یہ جنگ یارڈ آبادی سے بہت دور تھا لیکن دھماکے نوعیت ایسی تھی کہ پولیس کا

یگا ستر موجود ہو جانا ضروری تھا۔

”دور درازہ کھول کر اُسی طرح ریگتا ہوا باہر نکل گیا۔ مطلع ابرا آلود ہونے کی بناء پر باہر گہری

تھی۔ وہ اسی طرح اندر صرے میں ریگتا ہوا عمارت کے سامنے پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔

تھا تھا۔ لیکن ”تھیل مجھے مار“ قسم کی دعوئیں خود اُسے دعوت فکر دیتی تھیں اور اسی دعوت

نے اُسے بہت زیادہ محتاط ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔

عمارت کے پہلے کمرے میں خود اُسی نے لیمپ روشن کیا تھا اور کھڑکی کے شیشوں سے پھونٹے

تھے اُن قدر تو تھی ہی کہ اس سے برآمدہ بھی کئی حد تک روشن ہو جاتا۔ وہ ایک گاڑی کے

کچھ کھس کر بیٹھ گیا۔ پوزیشن ایسی تھی کہ یہاں سے برآمدے پر بخوبی نظر رکھ سکتا تھا۔

لیکن اُن کی دلی گھڑی پر نظر ڈالی۔ سازھے گیارہ بج رہے تھے۔ اب تک ایک زبردست دھماکہ

معرمان کو ایسا ششوس ہوا جیسے اُس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ہو۔ سامنے والی

سے اُگ کے لپٹیں اٹھ رہی تھیں۔ عمارت کا کچھ لمبہ گاڑی کے اس ڈھانچے کی چھت پر

لگا جس میں عمران چھپا بیٹھا تھا۔ عمارت پوری طرح جاہ ہو گئی تھی۔ اُگ کی لپٹوں سے جنگ

یگا ستر حصہ روشن ہو گیا تھا۔ عمران نے ہو لستر سے ریوالور نکالا اور نکاسی کے راستے کی طرف

لگا۔ یہ چند کہ یہ جنگ یارڈ آبادی سے بہت دور تھا۔ لیکن دھماکے نوعیت ایسی تھی کہ پولیس

یگا ستر موجود ہو جانا ضروری تھا۔

”دور درازہ کھول کر اُسی طرح ریگتا ہوا باہر نکل گیا۔ مطلع ابرا آلود ہونے کی بناء پر باہر گہری

تھی۔ وہ اسی طرح اندر صرے میں ریگتا ہوا عمارت کے سامنے پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔

تھا تھا۔ لیکن ”تھیل مجھے مار“ قسم کی دعوئیں خود اُسے دعوت فکر دیتی تھیں اور اسی دعوت

نے اُسے بہت زیادہ محتاط ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔

عمارت کے پہلے کمرے میں خود اُسی نے لیمپ روشن کیا تھا اور کھڑکی کے شیشوں سے پھونٹے

تھے اُن قدر تو تھی ہی کہ اس سے برآمدہ بھی کئی حد تک روشن ہو جاتا۔ وہ ایک گاڑی کے